محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

پیار سب سے کریں

خونی عمارت

اشتیاق احمد

ایم آئی ایس پبلشرز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ
اور
انسپکٹر جمشید سیریز

خونی عمارت

اشتیاق احمد

M.I.S
پبلشرز

✦ 523 سی بلاک آدم جی نگر کراچی پاکستان فون: 4931044 - 021-4944448
✦ سلام کتب مارکیٹ دکان نمبر ۵ نزد علامہ بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان

M.I.S
Publishers

M.I.S پبلشرز ہر عمر کے افراد میں مطالعہ اور کتب بینی کا ذوق

بیدار کرنے کیلئے کوشاں دلچسپ اور عمدہ کہانیاں و ناول اور قیمت بھی مناسب

ناول	خونی عمارت
مصنف	اشتیاق احمد
ناول	نمبر 11
پبلشرز	M.I.S پبلشرز
مطبع	حسان پرنٹنگ پریس
تاریخ مطبع	15 جنوری 2007
قیمت	30

دو باتیں

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، بعض ناول تیزی اور سسپنس کے لحاظ سے عجیب ہوتے ہیں... ناول بھی ان میں سے ایک سمجھ لیں... اس کی تیزی آپ کو اپنے ساتھ بہالے جائے گی اور اس میں موجود سسپنس آپ کو اپنے شکنجے میں نہایت مضبوطی سے جکڑ لے گا اور آپ اس ناول کے قیدی ہو کر رہ جائیں گے... آپ اسے ہاتھ سے بس اسی وقت رکھیں گے جب ناول ختم ہو چکا ہو گا...

عام طور پر ایسے ناول ہی پسند کیے جاتے ہیں... یوں بھی یہ دور بہت تیزی کا دور ہے... تیز رفتاری کا دور ہے... ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کا دور ہے... ہر کوئی دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش میں تیزی دکھا رہا ہے... ان حالات میں آپ کے یہ کردار اگر سستی دکھائیں تو آپ کب انھیں پسند کریں... وہ بھی ان حالات میں جب مجرم ہر لمحے ان سے آگے نکلنے کے چکر میں ہو...

یہ دو باتیں کہیں آپ کو چکرا نہ دیں... اور آپ ناول کے بجائے کہیں ان کے چکر میں نہ پڑ جائیں... اور پھر آپ کو چکر نہ آنے لگ جائیں... اسی

خیال سے میں اپنے قلم کو روک کر آپ کو ناول شروع کرنے اور اس میں ڈوب جانے کی دعوت دیتا ہوں... شکریہ۔

والسلام: اشتیاق احمد

تجربہ

''ہمیں نیشنل ہال کو بم سے اڑانے کا حکم ملا ہے... حکم یہ ہے کہ اسے ہر حال میں اڑانا ہے... اور اڑانا اس وقت ہے... جب اس میں ایک اہم ترین اجلاس ہو رہا ہو گا... یہ اجلاس نو نومبر کو رات نو بجے شروع ہو گا... پتا ہے... اجلاس کن کا ہو گا... تمام اسلامی سربراہوں کا۔''

''کیا!!!'' سب کے سب ایک ساتھ چلاّئے... ان کے رنگ اڑ گئے۔

اس وقت وہ شہر کی ایک عمارت کے اندرونی کمرے میں موجود تھے... ان کی تعداد سات تھی... ساتواں آدمی بھاری میز کے دوسری طرف ان کے سامنے بیٹھا تھا... وہ ان کا باس تھا... وہ انہیں جو حکم دیتا تھا وہ انہیں پورا کرنا پڑتا تھا... انہیں یہ ملازمت اسی شرط پر ملی تھی... آج تک اس پراسرار آدمی نے نہ جانے کتنے بم دھماکے شہر کے اہم مقامات پر کرائے تھے... لیکن یہ حکم ان سب سے زیادہ خوفناک تھا... اگر اس ہال میں نو نومبر کو تمام اسلامی سربراہ جمع ہو رہے تھے تو پھر حکومت کی طرف سے حفاظتی انتظامات بھی تو اسی پائے کے ہونا تھے... اور ان انتظامات کے ہوتے ہوئے ان کی دال گلنا اتنا آسان کام نہیں

تھا... یہی وجہ تھی کہ وہ سب کے سب بُری طرح چلاّ اٹھے تھے۔

ان کے اس طرح چلاّ اٹھنے پر ان کے باس نے برا سا منہ بنایا اور بولا:

''یہ کیا بات ہوئی... میں نے ایک بات تم لوگوں کو بتائی اور تم چلاّ اٹھے ہو... گویا یہ کام ناممکن ہے... لیکن یاد رکھو جن لوگوں کے لیے میں کام کرتا ہوں... وہ نہ سننے کے عادی نہیں ہیں... اس طرح اگر میری ملازمت جانے لگی تو تم سب کی بھی جائے گی... اور یہ تو تم جانتے ہی ہو... وہ تنخواہ کے نام پر ہمیں کتنی بڑی بڑی رقمیں دیتے ہیں، بلکہ ان کا تو اعلان ہے... تنخواہ جتنی چاہے لے لو... کام کو انکار نہ کرو... ہاں تو میں کہہ رہا تھا... اس عمارت میں نو نومبر کو رات ٹھیک نو بجے تمام اسلامی ملکوں کے سربراہوں کا اجلاس ہے... اور ہمیں ان سبھی کو اڑانا ہے، اب کہو، کیا کہنا ہے۔''

''باس! ہم نے آپ کی بات سنی... آپ کا حکم سر آنکھوں پر... آپ جو کہیں گے، ہم وہی کریں گے... ظاہر ہے... نہیں کریں گے تو ملازمت سے جائیں گے... ایسی ملازمت روز روز تو ملتی نہیں... اب آپ مزید تفصیلات بتائیں... تاکہ ہم اپنا منصوبہ ترتیب دے سکیں۔''

''اب ہوئی نا بات... مہمانوں کی آمد چند روز پہلے ہی شروع ہو جائے گی... انہیں مختلف ہوٹلوں میں ٹھہرایا جائے گا... تمام بڑے ہوٹلوں میں پورے پورے حصے اس مقصد کے لیے بک کر دیے گئے ہیں... نو تاریخ کو تمام ہوٹلوں سے سرکاری گاڑیاں فوج کی حفاظت میں مہمانوں کو نیشنل ہال میں پہنچائیں گی... نیشنل ہال کی حفاظت کے لیے فوج اور پولیس دونوں اداروں کی خدمات حاصل کی گئی ہیں... وہ کیا کیا حفاظتی انتظامات کریں گے... ابھی تک

تفصیلات سامنے نہیں آئیں... لیکن ایک دو روز تک یہ سب باتیں معلوم ہو جائیں گی... پھر میں تم لوگوں کو فون پر بتا دوں گا... دھماکا خیز مواد تمہیں مقررہ تاریخ سے ایک دن پہلے مل جائے گا... دوسری طرف کی پل پل کی خبریں میں تم لوگوں کو پہنچاؤں گا..."

"کیا میں ایک سوال پوچھ سکتا ہوں؟" ان میں سے ایک نے کہا۔

"ہاں ضرور... کیوں نہیں۔"

"آخر آپ کو یہ سرکاری معلومات کیسے مل جاتی ہیں۔"

جواب میں باس ہنسا، پھر اس نے کہا:

"ہمارے ملک کے ہر محکمے میں کچھ غدار لوگ موجود ہیں... یہ ایک باطل مذہب کے لوگ ہیں... اور حقیقت میں اسلام اور مسلمانوں کے دشمن نمبر ایک ہیں... یہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے... بس مجھے ان لوگوں کا پتا ہے... میں ان سے پوچھ لیتا ہوں... وہ مجھے فوراً بتا دیتے ہیں۔"

"کیا مطلب... کیا وہ جانتے ہیں کہ آپ کیا کام کرتے ہیں۔"

"ہاں! بالکل اسی طرح میں بھی تو جانتا ہوں کہ وہ کیا کام کرتے ہیں۔"

"پھر بھی باس... آپ ذرا سوچیں... اگر کبھی پولیس کو ان میں سے کسی پر شک ہو گیا... اور انہوں نے اس پر سختی کر کے آپ کا نام اگلوا لیا تو ہم سب کہاں ہوں گے۔"

"میں اتنا بے وقوف نہیں۔"

"جی... کیا مطلب؟" وہ چونک کر ایک ساتھ بولے۔

''میں تم لوگوں سے کتنی مدت سے کام لے رہا ہوں بھلا؟''

''تین سال سے زیادہ ہو گئے ہوں گے۔''

''بالکل ٹھیک... کیا تم جانتے ہو... میں کون ہوں۔''

''آپ مسٹر شومی ہیں۔'' ایک نے کہا۔

''اور میں کہاں رہتا ہوں... کیا کرتا ہوں...''

''اس سے زیادہ ہم آپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتے... آپ کہاں رہتے ہیں کیا کرتے ہیں... ہم نہیں جانتے۔''

''تب پھر سن لو... شومی میرا فرضی نام ہے۔''

''یہ بات کئی بار ہمارے ذہنوں میں آئی ہے اور ہم نے اس سلسلے میں ایک دوسرے سے بات بھی کی ہے۔''

''بس تو پھر... تم میرے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے... رہ گئی یہ عمارت... ایک عمارت کیا، اس جیسی کئی عمارتیں میرے پاس ہیں... لیکن وہ سب میرے نام سے نہیں خریدی گئیں۔ میں نے ہمیشہ کسی دوسرے کو سامنے رکھ کر ایسے سودے کیے ہیں... مطلب یہ کہ اس عمارت سے بھی میرا سراغ نہیں لگایا جا سکتا... ہاں تم یہ کہہ سکتے ہو کہ اگر کسی طرح پولیس کو ہمارے بارے میں معلوم ہو جائے... اور وہ اس عمارت پر چھاپے مارے تو ہم لوگ گرفتار ہو جائیں گے... تو سن لو... ایسی بات بھی نہیں ہے... اس عمارت میں حفاظتی انتظامات بہت زبردست ہے اور مزے کی بات یہ کہ میرے علاوہ کسی اور کو معلوم بھی نہیں کہ وہ کیا انتظامات ہیں... اچھا چلو... آج ایک تجربہ کر لیتے ہیں۔''

''تجربہ... کیا مطلب؟''

''یہ تم جانتے ہو کہ عمارت کے بیرونی دروازے اندر سے بند ہیں۔''

''جی ہاں! یہی بات ہے۔''

''بس اگر پولیس اچانک یہاں آ جائے... تو بھی وہ یک دم اس گھر میں داخل نہیں ہو سکتی... بیرونی دروازے بند ہیں یا ان میں تالے لگا دیے گئے ہیں... یہی بات ہے نا۔'' یہاں تک کہہ کر باس خاموش ہو گیا۔

''اب میں اٹھ کر دوسرے کمرے میں جاتا ہوں... اس کے صرف پانچ منٹ بعد تم میری تلاش شروع کر دینا... واضح رہے... دروازے اندر سے بند ہیں اور بند ہی ملیں گے... اس کے باوجود تم لوگ مجھے تلاش نہیں کر سکو گے۔ جب تم تھک جاؤ... تو مجھے آواز دے دینا میں آ جاؤں گا۔''

''بہت اچھا باس... یہ تجربہ بھی سہی۔''

اور پھر ان کا باس شومی اٹھ کر اندر چلا گیا... پانچ منٹ بعد وہ اٹھے... پہلے انہوں نے بیرونی دروازے چک کیے... وہ سب کے سب اندر سے بند ملے... گویا ان کا باس اندر ہی کہیں تھا... پانچ منٹ بعد وہ سب اٹھے اور عمارت میں پھیل گئے... اس عمارت میں کئی کمرے تھے... لیکن تمام کمرے ایک جیسے تھے... انہوں نے تمام کمرے دیکھ ڈالے... لیکن باس کہیں نہ ملا... آخر ان میں سے ایک نے کہا:

''باس... ہم ہار گئے... آپ کو تلاش نہیں کر سکے... اب آپ سامنے آ جائیں...''

''تم سب پہلے اسی کمرے میں جمع ہو جاؤ۔'' باس کی آواز سنائی دی۔

وہ کمرے میں آ گئے... جلد ہی وہی اندرونی دروازہ کھلا جس سے وہ گیا تھا اور وہ اندر آ گیا۔ سب کے سب اسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھنے لگے:

''حیرت ہے باس... آپ آخر کہاں چھپے ہوئے تھے...''

''بس! یہ راز نہیں بتا سکتا... کہنے کا مطلب یہ کہ اگر کبھی پولیس کو اس عمارت پر شک ہو گیا تو بھی وہ مجھے گرفتار نہیں کر سکے گی۔'

''مان گئے باس۔''

''اب تم لوگ جاؤ... جانے سے پہلے اتنا سن لو... اتنی مدت سے تم جو مجھے دیکھ رہے ہو تو یہ میرا اصل روپ نہیں ہے... میں میک اپ میں ہوں... اصل چہرے میں تم مجھ سے اکثر ملے ہو گے... تم نے مجھے بعض جگہوں پر دیکھا بھی ہو گا... لیکن بھول کر بھی تمہیں یہ خیال نہیں آیا ہو گا کہ کہیں یہ شخص ہمارا باس تو نہیں ہے۔'

''اوہ... اوہ۔'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔ چہروں پر حیرت پھیل گئی۔

''لیکن میری نصیحت یاد رکھنا، میرے چکر میں نہ پڑنا... اپنا وقت برباد کرو گے اور شاید اپنی جانوں سے ہاتھ بھی دھو بیٹھو... اب تم جاؤ۔''

وہ حیرت زدہ سے اٹھ کھڑے ہوئے... اور باہر نکل آئے... وہ سب کے سب ایک ہی گھر میں رہتے تھے... گھر آتے ہی انہوں نے اس منصوبے پر غور کرنا شروع کیا:

''میرا خیال ہے... اس مرتبہ باس نے ہمیں موت کے منہ میں جانے کا حکم دے دیا ہے۔''

''اور ہمیں جانا ہو گا جانی۔''

''بھلا سوچو... تمام اسلامی ملکوں کے سربراہوں کا اجلاس ہونے والا ہے... پولیس اور فوج نے حفاظتی انتظامات کیے ہیں... ہم ان کے مقابلے

میں بھلا کیا ہیں... کچھ بھی نہیں... اب اگر ہم یہ کام نہیں کرتے تو بے موت مارے جائیں گے۔''

''اس کے باوجود دوستو... میں تو یہ کام نہیں کروں گا۔'' جانی نے کہا۔

''کیا مطلب؟'' وہ پانچوں چونک اٹھے... پھر ایک نے کہا۔

''کیا کہا تم نے جانی... تم یہ کام نہیں کرو گے۔''

''ہاں! میں نے یہی کہا ہے... موت منظور ہے... بیکاری منظور ہے... لیکن میں یہ کام نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ... میں مسلمان ہوں... اور تمام اسلامی ملکوں کے سربراہوں کو ہلاک کرنے کا خوفناک ترین جرم نہیں کر سکتا...''

''اُف جانی... یہ تم نے کیا کہا... اگر باس نے یہ الفاظ سن لیے ہیں۔''

''مجھے اس بات کی پروانہیں۔''

''کیا مطلب... کیا تم موت کو گلے لگانے کے لیے تیار ہو۔'' اس کے ساتھیوں میں سے دوسرے نے کہا۔

''ہاں بالکل تیار ہوں... میرے ہاتھوں اتنے بہت سے اہم ترین مسلمان سربراہ مارے جائیں... یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔''

''اور اس سے پہلے تم کیا کام کرتے رہے ہو؟''

''جو کیا... جتنا کیا... بعد میں اس پر خوب پچھتایا... ہر بار سوچا... بس اب نہیں کروں گا... لیکن پھر دولت کے لیے کرگزرا... لیکن اب معاملہ آ گیا ہے... سربراہوں کا... لہٰذا اب نہیں ہوگا یہ کام۔''

''اگر باس نے تمہارے یہ الفاظ سن لیے... تو سمجھ لو... تمہاری موت آگئی...''

''موت تو ایک دن آکر رہے گی۔''

''تم پاگل ہو گئے ہو... نہیں جانتے کیا کہ رہے ہو۔''

''اور مجھے جاننے کی ضرورت بھی نہیں... سمجھے تم... میں اپنے گھر جا رہا ہوں... اس کام کے سلسلے میں مجھے نہ بلانا... بلکہ اب میرا اور تمہارا راستہ الگ ہے... میں تم لوگوں کی دنیا سے دور... بہت دور... چلا جاؤں گا۔''

''ارے باپ رے... جانی تم... تو ٹھان چکے بھئی...''

''ہاں! بالکل ٹھان چکا...'' جانی ہنسا۔

اور پھر وہ اپنے گھر چلا گیا... وہ سب اس کے بارے میں اس وقت تک باتیں کرتے رہے جب تک کہ انہیں نیند نے پوری طرح نہیں آدبوچا...

وہ سب سوتے وقت بھی خوف زدہ سے تھے... باس سے انہیں بہت ڈر لگتا تھا... صبح ان کی آنکھ کھلی تو انہیں ایک عجیب سا احساس ہوا... اپنے اپنے کمرے سے تیار ہو کر وہ کھانے کے کمرے میں آئے... یہاں ان کا ناشتا تیار تھا... لیکن جانی ابھی نہیں آیا تھا... وہ پہلے تو اس کا انتظار کرتے رہے، پھر ان میں سے ایک اٹھا تاکہ اس کے گھر میں جا کر دیکھ سکے... پھر وہ کمرے میں داخل ہوا... اور دوسرے ہی لمحے اس کی دل دوز چیخ نے باقی چار کو لرزا دیا...

☆☆☆☆☆

لاش

میں نے ادھر جھاڑیوں میں سفید کپڑوں کی ایک جھلک دیکھی ہے۔''
فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

''کوئی پابندی نہیں۔'' محمود نے فوراً کہا۔

''کس بات کی پابندی نہیں۔'' فاروق نے اسے گھورا۔

''سفید کپڑوں کی جھلک دیکھنے کی۔'' محمود مسکرایا۔

''حد ہو گئی... ہے کوئی تک اس بات کی۔'' فاروق جھلا اٹھا۔

''مجھے اس کی قطعاً کوئی پروا نہیں۔''

''کس بات کی پروا نہیں...'' فاروق اور تیز ہو گیا۔

''اس بات کی کہ اس میں کوئی تک ہے یا نہیں۔''

''دماغ تو نہیں چل گیا... فاروق میں ہوں... تم نہیں... میرے انداز میں باتیں نہ کرو... اور ادھر دیکھو... آخر یہاں سفید کپڑوں کا کیا کام۔''

''ہاں واقعی... کپڑے اگر سبز یا سرخ ہوتے تو ایک بات بھی تھی۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے... ترکی بہ ترکی جواب دیے چلے جا رہے ہو...'' فاروق بھنا کر بولا۔

''خیر آؤ... تم بھی کیا یاد رکھو گے... سفید کپڑوں کو پوری طرح دیکھ لیں۔''

ان کے رخ اس سمت میں مڑ گئے... دونوں صبح کی سیر کے لیے نکلے تھے... اور یہ ان کا روزمرہ کا راستہ تھا... صبح کی نماز کے بعد سیر کے لیے آنا ان کا سالہا سال کا معمول تھا... ابھی وہ چند قدم ہی چلے ہوں گے کہ محمود نے کانپ کر کہا:

''ارے باپ رے... یہ... یہ تو کسی کی لاش ہے۔''

''یہی مجھے ڈر تھا... میرا ڈر میرے آگے آیا۔'' فاروق بڑبڑایا۔

''اللہ تمہارے ڈر سے بچائے... ''محمود نے منہ بنایا۔

وہ اور آگے بڑھے... انہوں نے دیکھا... اس شخص کی کن پٹی پر گولی ماری گئی تھی۔

''حیرت ہے۔''محمود بڑبڑایا۔

''اب تو حیرت ہو گی ہی... آخر لاش ملی ہے...'' فاروق نے جلدی کہا۔

''اوہو بھئی... یہ بھی تو پوچھ لو... حیرت کس بات پر ہے۔''

''تم کہتے ہو تو پوچھ لیتا ہوں... چلو بتا دو... کہیں بُرا نہ مان جاؤ کہ اس نے تو پوچھا تک نہیں۔'' فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

''توبہ ہے تم سے۔''محمود تلملا اٹھا... پھر اس نے کہا:

''دیکھو!... گولی کن پٹی پر لگی ہے... لیکن لاش کے آس پاس خون بالکل نہیں ہے... یہاں تک کہ زمین پر خون کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے... شکر ہے، بے چارے کی آنکھ بچ گئی۔''

محمود نے اسے گھورا اور پھر بولا:

''اس کا مطلب ہے، اسے کہیں اور ہلاک کیا گیا ہے... اس کے بعد یہاں لا کر ڈالا گیا ہے... اب انکل اکرام کو فون کرنا پڑے گا۔'' فاروق نے بُرے بُرے منہ بناتے ہوئے کہا۔

محمود نے سر ہلایا اور اکرام کے نمبر ملانے لگا... فاروق کی نظریں بدستور لاش کا جائزہ لے رہی تھیں... ایسے میں سلسل مل گیا... اس نے سیٹ کی آواز بلند کر دی... تا کہ فاروق بھی سن سکے:

''السلام علیکم... ہماری سیر گاہ کے راستے میں ایک عدد لاش صاحبہ تشریف فرما ہیں۔'

''اچھی بات ہے... ہائیں کیا کہا... لاش؟'' وہ چلّا اٹھا۔

''تو پہلے کیا سمجھے تھے آپ؟'' محمود نے پوچھا۔

''پتا نہیں کیا سمجھا تھا... اللہ کرے، میں جو سمجھا تھا... کوئی نہ سمجھے۔''

''ہے کوئی تک اس بات کی۔''

''ابھی ابھی فاروق نے بھی یہی کہا تھا۔''

''کیا کہا تھا۔'' اکرام جلدی سے بولا۔

''یہی کہ ہے کوئی تک اس بات کی۔''

''توبہ ہے تم سے۔''

''یہ اس نے نہیں... میں نے کہا تھا۔'' محمود ہنسا۔

''تم نے کیا کہا تھا۔''

''یہ کہ توبہ ہے تم سے۔''

''بھائی کہیں صبح صبح دماغ تو نہیں چل گیا۔'' اکرام نے بھنّاتے ہوئے انداز میں کہا۔

''نہیں... البتہ صبح صبح لاش ملی ہے... آپ بھی آکر اس سے علیک سلیک کرلیں۔''

''لل... لاش سے... ارے باپ رے۔'' اکرام گھبرا گیا۔

''میرا مطلب ہے... اس کا معائنہ کرلیں...''

''لیکن ہم کیوں کریں معائنہ ... جس علاقے میں یہ جگہ شامل ہے... اس علاقے کی پولیس آجائے گی... فون کردیتے ہیں پولیس اسٹیشن۔''

''نہیں... لاش چونکہ ہمیں ملی ہے... لہٰذا ہم ہی اس پر کام کریں گے۔''

''ضرور کرو... لیکن میں بہت مصروف ہوں... انسپکٹر صاحب نے کئی کام میرے ذمے لگا رکھے ہیں...''

''نہ آئیں... مجھے کیا... لیکن اتنا سن لیں... اس کی جیب پر ضرب کا نشان ہے... اور یہ اس کے اپنے خون سے بنایا گیا ہے۔''

''کیا... نہیں۔'' اکرام چلاّ اٹھا۔

''کیوں... اب کیا ہوگیا ہے؟'' محمود ہنسا۔

''وہیں ٹھہرنا محمود... میں آرہا ہوں... اف مالک... صبح صبح یہ تم نے مجھے کیا بات بتادی۔''

''اچھا تو انکل... میں اپنی بات واپس لے لیتا ہوں۔'' محمود نے ہنس کر کہا۔

''توبہ ہے تم سے۔''

’’جتنی توبہ مجھ سے کرنی ہے، کرلیں... مجھے کوئی اعتراض نہیں...‘‘

’’سنو... ابھی لاش کو ہاتھ نہ لگانا... کہیں کوئی شہادت ضائع نہ ہو جائے... اس پر ضرب کا نشان خطرے کا نشان ہے...‘‘

’’کک... کیا... کہا انکل... خ... خطرے کا نشان... یہ تو کسی ناول کا نام ہوسکتا ہے۔‘‘ فاروق نے جلدی سے کہا۔

’’حد ہوگئی... ہے کوئی تک... توبہ ہے تم سے... لاش سامنے پڑی ہے... اور باتیں کیے جا رہے ہو۔‘‘

’’ہم معافی چاہتے ہیں انکل... ہمیں نہیں معلوم تھا... کسی لاش کے سامنے کوئی ایسی ویسی بات منہ سے نہیں نکالی جاسکتی... آیندہ ہم پوری طرح احتیاط کریں گے... آپ تشریف لے آئیں... اپنی لاش جوں کی توں وصول کرلیں۔‘‘

’’اوہو... یہ... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔‘‘ محمود نے فاروق کی تھرتھر کانپتی آواز سنی۔

’’کک... کیا دیکھ رہے ہو... مہربانی فرما کر مجھے بھی دکھا دو۔‘‘

’’سڑک کی طرف سے کچھ لوگ آرہے ہیں... ان کا رخ اسی طرف ہے... آؤ محمود... جلدی کرو... درختوں کی اوٹ لے لو... انکل... ہم خطرہ محسوس کررہے ہیں۔‘‘

’’دیکھو بھئی... خطرے کو خاطر میں نہ لانا... آنے والے اس لاش کو اٹھا کر نہ لے جائیں... اس طرح ہم یہ معلوم نہیں کرسکیں گے کہ لاش کس کی تھی۔‘‘

’’جی اچھا ہم کوشش کریں گے کہ وہ لوگ لاش کے پاس بھی نہ پھٹک

سکیں۔''

''ہاں! یہ ہوئی نا بات۔'' اکرام نے خوش ہو کر کہا۔

''آپ بھی تو آنے کی جلدی کریں نا...''

''میں چل پڑا ہوں... فکر نہ کرنا... بہت جلد پہنچ رہا ہوں...''

''جی اچھا... آپ کہتے ہیں تو نہیں کریں گے فکر... ہمارے حصے کی فکر بھی آپ خود ہی کرتے رہیے گا۔''

اکرام نے جھلاہٹ کے عالم میں فون بند کر دیا... اس وقت تک محمود اور فاروق درختوں کی اوٹ لے چکے تھے... ان کے پاس کوئی پستول وغیرہ نہیں تھا... وہ تو سیر کے لیے نکلے تھے... البتہ محمود کے جوتے کی ایڑی میں اس کا چاقو ضرور تھا... انہوں نے درختوں کی اوٹ سے دیکھا... آنے والے پانچ تھے... پھر ان میں سے ایک نے کہا:

''اٹھا لو اسے... ہم وقت پر پہنچ گئے... ابھی کوئی لاش تک نہیں پہنچا۔''

''لیکن پھر اس لاش کا کریں گے کیا۔''

''اچار ڈالیں گے...'' دوسرا ابھنا کر بولا۔

''مطلب یہ کہ تمہیں بھی اندازہ نہیں... بس باس کو معلوم ہے۔''

''بھئی ہمیں کیا... ہمیں تو بس احکامات پر عمل کرنا ہے... چلو اٹھاؤ...''

وہ لگے لاش کو اٹھانے... دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... وہ پانچ کے پانچ پوری طرح مسلح تھے... ان کے پاس پستول تو تھے ہی... پیٹوں میں پستولوں کے سامنے لمبے لمبے خنجر بھی اڑسے نظر آ رہے تھے...

ان حالات میں ان سے ٹکر لینا آسان نہیں تھا:

آخر محمود نے فاروق کا اشارہ کیا... دونوں بالکل زمین کے ساتھ لگ کر پیچھے ہٹنے لگے۔ پھر کچھ فاصلے پر پہنچ کر انہوں نے ایک چکر کاٹا... یہ کام بھی انہوں نے درختوں کی اوٹ لیتے ہوئے کیا... یہاں تک کہ چکر کاٹتے ہوئے وہ سڑک پر پہنچ گئے... ان لوگوں نے کار سڑک سے نیچے اتار کر درختوں کے درمیان کھڑی کی تھی... اور اس کے انجن کا رخ سڑک کی طرف تھا... جب کہ پچھلا حصہ درختوں کی طرف... انہوں نے دیکھا... وہ مل جل کر لاش کو اٹھائے اس طرف آ رہے تھے... محمود نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... کار کے ٹائر میں اپنا خنجر گھونپ دیا... بہت تیز آواز کے ساتھ ہوا نکلنے لگی...

''اوہو... یہ کیا ہوا۔''

''ٹائر پنکچر ہو گیا... اس کم بخت کو بھی ابھی پنکچر ہونا تھا... خیر کوئی بات نہیں... ابھی بدل لیتے ہیں۔''

وہ دونوں اب کچھ فاصلے پر درختوں کی اوٹ لے کر کھڑے ہو گئے... آخر وہ پانچوں کار کے پاس پہنچ گئے... کار کے نزدیک آنے سے پہلے انہوں نے سڑک کی طرف دیکھ لیا تھا کہ کوئی ادھر یا ادھر سے آ تو نہیں رہا... لیکن دور دور تک کوئی نہیں تھا... لوگ ذرا دیر سے سیر کے لیے نکلتے تھے... انہوں نے کار کی ڈکی کھولی... اور لاش کو اس میں رکھ دیا... اب وہ ٹائر بدلنے کے لیے جیک لگانے لگے۔

ادھر محمود اور فاروق دعائیں کر رہے تھے کہ اکرام وہاں پہنچ جائے... وہ بار بار سڑک کی طرف دیکھ رہے تھے... اور پھر ٹائر لگ گیا... انہوں نے جیک نیچے سے نکال کر ڈکی میں رکھا... اور کار میں بیٹھ گئے...

دونوں نے پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا... محمود نے ایک بار پھر چاقو ہاتھ میں لیا اور ٹائر کا نشانہ لے کر اس پر کھینچ مارا۔

ایک مرتبہ پھر دھماکے کی آواز سنائی دی:

''ارے باپ رے... ایک ٹائر اور پھٹ گیا... یہ آج ہو کیا رہا ہے... ٹائر اتنے تو پرانے بھی نہیں ہیں۔''

''ٹائروں کی بات چھوڑو۔سوال تو یہ ہے کہ اس حالت میں باس کے ٹھکانے تک کیسے جائیں گے... جب کہ کار میں لاش ہے... ادھر دن نکلا جا رہا ہے... جلد ہی ہر طرف روشنی پھیل جائے گی...''

''پتا نہیں... باس کو کیا سوجھی... اس لاش کو منگوانے کی ضرورت کیا ہے۔''

''پہلے کون سا اس کی باتیں ہماری سمجھ میں آتی ہیں۔''

''ہوں...''

ایک بار پھر وہ نیچے اتر آئے... اب جو انہوں نے ٹائر کا جائزہ لیا... تو ان کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔

''ارے! یہ کیا... ٹائر میں خنجر۔''

فاروق نے کچھ کہنے کے لیے فوراً منہ کھولا... شاید وہ یہ کہنا چاہتا تھا:

''ٹائر میں خنجر... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے...''

محمود نے اسے تیز نظروں سے دیکھا... اور وہ مسکرا کر رہ گیا۔

''جس نے بھی ٹائر پر خنجر کا وار کیا ہے... وہ یہیں کہیں آس پاس موجود ہوگا... تلاش کرو... اسے... یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ایک سے زائد

ہوں... خیال یہی ہے... کیونکہ میں نے لاش کے پاس دو عدد جوتوں کے نشانات دیکھے ہیں... ان میں سے ایک نے بلند آواز میں کہا:

''اچھی بات ہے... آؤ بھئی... تم یہیں ٹھہرنا جوجی۔''

''فکر نہ کرو... اوہو ٹھہرو۔'' جوجی چونکا۔

''ہاں جوجی... اب کیا ہے۔''

''دوسرا ٹائر بھی پنکچر ہو چکا ہے... اور اس کار میں لاش موجود ہے... اگر ہم ان کے چکر میں پڑے... جنہوں نے کار بیکار کی ہے تو کار والا کام رہ جائے گا... لاش بھی یہیں رہ جائے گی... اور ہم نہ جانے کہاں ہوں گے۔''

''وہ تو سب ٹھیک ہے... لیکن ہم کر بھی کیا سکتے ہیں... جب تک ہم ایک اور ٹائر حاصل نہ کرلیں... اس وقت تک یہاں سے جا نہیں سکیں گے... اس کا مطلب ہے... ہم بری طرح پھنس گئے... جو دشمن یہاں چھپے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ہمارے لیے حد درجے مشکلات پیدا کر دی ہیں... ہم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے... اب دوسری بے وقوفی ہم یہ کرنے لگے ہیں کہ ان کے پیچھے جا رہے ہیں... اس طرح ہماری واپسی بھی ناممکن ہو جائے گی... ہم اور گھر جائیں گے...''

''اوہ... جوجی اوہ... اب... اب ہم کیا کریں۔''

''اب وہی کرو... جو ہم ایسے موقعوں پر کیا کرتے ہیں... پستول ہاتھوں میں لے لو... اگر وہ کسی سمت نظر آئیں... تو فوراً فائرنگ شروع کر دینا...''

''ٹھیک ہے... ہم یہی کریں گے... تم اپنا کام کرو۔''

محمود اور فاروق بے چین ہو گئے کہ نہ جانے اب یہ کیا کرنا چاہتے ہیں... ان دونوں کے پاس پستول تھے نہیں... لہٰذا وہ سامنے تو آ نہیں سکتے تھے... لے دے کر محمود کے پاس چاقو تھا... اب وہ بھی ٹائر میں دھنس چکا تھا... چنانچہ دونوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں فیصلہ کیا... تیل دیکھو... تیل کی دھار دیکھو۔"

اور پھر وہ بہت بری طرح اچھلے... لفظی طور پر نہیں... عملی طور پر ان کے جسم کئی فٹ اونچے اچھلے تھے... اچھل کر جب وہ گرے تو انہیں کچھ بھی ہوش نہ رہا...

☆☆☆☆☆

ضرب کا نشان

وہاں کچھ لوگ جمع تھے... ان کی آنکھوں میں خوف تھا...
اکرام کی جیپ ان کے پاس رک گئی... یوں بھی محمود نے اسے قریب یہیں
آنے کے لیے کہا تھا۔''

''کیا بات ہے بھئی... آپ لوگ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔'' اس
نے پوچھا۔

''جی... وہ... یہاں چند منٹ پہلے ایک ہولناک دھماکا ہوا ہے...
اس طرف ایک کار کے حصے بکھرے پڑے ہیں... ہم نے نزدیک جانے کی
ہمت نہیں کی... لگتا ہے... ایک دو لاشیں بھی پڑی ہیں۔''

''اوہ... اوہ۔'' مارے خوف کے اس کے منہ سے نکلا۔

پھر جیپ سے نیچے اترتے ہوئے اس نے جلدی جلدی اپنے
ماتحتوں کو ہدایات دیں اور اندر کی طرف ایک بڑھا... یہ دیکھ کر اس کے ہوش اڑ
گئے کہ ایک طرف محمود اور فاروق پڑے تھے... اور دوسری طرف تین انسانوں
کے ٹکڑے ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے...

وہ دوڑ کر محمود اور فاروق کے پاس پہنچا... وہ ان بکھری لاشوں

سے کافی دور پڑے تھے... ان پر نظر پڑتے ہی اس نے گہرے سکون کا سانس لیا... ان کے سینے اوپر نیچے ہو رہے تھے۔ گویا وہ زندہ تھے... البتہ بے ہوش تھے...

وہ ان پر جھک گیا... اور لگا انہیں ہلانے جلانے اور آوازیں دینے... آخر محمود نے آنکھیں کھول دیں...

''اوہ انکل آپ... آپ آگئے... لل... لیکن... یہ ہوا کیا تھا... ہم نے ایک بہت ہولناک دھماکے کی آواز سنی تھی... اور اس کے ساتھ ہی ہم بے ہوش ہو گئے تھے۔''

''ہاں! اس طرف تین لاشیں بکھری پڑی ہیں...''

''تین لاشیں... اوہ ہاں... دو تو وہ خود تھے... ایک لاش انہوں نے کار کی ڈکی میں رکھی تھی...''

''رکھی تھی... کیا مطلب... پہلے وہ کہاں تھی۔'' اکرام نے حیران ہو کر پوچھا۔

''یہاں... ان درختوں کے درمیان... ہمیں وہ لاش ہی نظر آئی تھی... ہم اس طرف آگئے... اسی وقت اس کار میں وہ دونوں آئے تھے... وہ اس لاش کو کار میں رکھ کر لے جانے کی باتیں کر رہے تھے... ہم نے سوچا... ان لوگوں کو روکنا چاہیے... وہ تھے بھی مسلح... اور ہمارے پاس کوئی پستول نہیں تھا... البتہ چاقو ضرور تھا... لہٰذا ہم نے کار کا ایک ٹائر پھاڑ ڈالا اور درختوں کی اوٹ میں ہو گئے... انہوں نے ٹائر بدل لیا... اور جانے لگے... تو میں نے چاقو دوسرے ٹائر پر کھینچ مارا...

''بہت خوب... پھر کیا ہوا...''

''بس انکل... ہونا کیا تھا... پھر دھما کا ہوگیا... ہم کئی فٹ اچھلے اور گرتے ہی بے ہوش ہو گے۔''اس بار فاروق کی آواز سنائی دی۔

''چلو اچھا ہے... تم بھی ہوش میں آ گئے... ورنہ تمہیں ہوش میں لانے کے لیے نہ جانے کیا کیا پاپڑ بیلنا پڑتے...''

''اس سے بھی پہلے یہ مسئلہ ہوتا کہ تم یہاں بیلنا کہاں سے لاتے۔'' فاروق نے اسے گھورا۔

''اور ہاں انکل... یہ لوگ اپنی مرضی کے مالک نہیں تھے... کسی باس کی بات کر رہے تھے... اس کا مطلب ہے... ان کے باس نے پہلے تو یہ لاش ان سے یہاں پھنکوائی... یا انہوں نے اس شخص کو ختم کر کے لاش یہاں اپنی مرضی سے پھینک دی... لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ انہوں نے لاش جنگل میں پھینک دی ہے تو اسے ان کی یہ کارروائی غلط لگی... اس نے انہیں حکم دیا کہ وہ لاش اٹھا کر لے آئیں... لیکن دراصل اس نے اپنی کار میں بم فٹ کرایا تھا... اور جب اپنے اندازے کے مطابق اس نے بم کا ریموٹ اس وقت دبایا جب وہ لاش کو کار میں ڈال کر وہاں سے چل پڑے تھے... اب اسے یہ تو معلوم تھا نہیں کہ درمیان میں ہم ٹپک پڑیں گے... اور ان کا پروگرام لیٹ کر دیں گے۔''

''ہوں... ضرور یہی بات ہے... اب ہم اس جگہ جائزہ کا لے لیتے ہیں... یہاں تین عدد بکھری ہوئی لاشیں موجود ہیں... کم از کم تم یہ تو بتا ہی سکو گے کہ تم نے ان میں سے کسی کی لاش دیکھی تھی...''

''ہاں! کیوں نہیں... چلیے... ہم اب چل سکتے ہیں۔''

وہ اٹھ کر لاشوں کے ٹکڑوں کی طرف بڑھے... اکرام کے

ماتحت ایک دائرے کی صورت میں کھڑے ہو چکے تھے... تماشائی ان سے فاصلے پر کھڑے رہ گئے تھے... گویا انہیں مزید آگے آنے سے روک دیا گیا تھا۔

''یہ ہے انکل وہ لاش... اس کا چہرہ اور جسم کے کافی حصے بالکل سلامت رہ گئے ہیں... شاید اس لیے کہ لاش ڈکی میں تھی... اور وہ دونوں باہر کھڑے تھے... اس لیے زیادہ بکھر گئے ہیں... وہ دیکھیے... اس کی جیب پر ضرب کا نشان صاف نظر آ رہا ہے۔''

''ہوں... یہ اسی تنظیم کا کام ہے۔'' اکرام کے منہ سے خوف کے عالم میں نکلا۔

''کس تنظیم کا۔''

''اس سے پہلے بھی کچھ لوگوں کی جیبوں پر ضرب کے نشانات پائے گئے ہیں... انہیں بھی بم دھماکوں میں ہلاک کیا گیا تھا... یہ تنظیم اپنے لیے کام کرنے والوں کو اسی قسم کی سزا دیتی ہے... یعنی کسی سے کوئی غلطی ہو جاتی ہے... یا کوئی غداری کرتا ہے تو یہ لوگ اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں... اور لاش پر ضرب کا نشان لگا دیتے ہیں... لیکن یہ تو لاشوں کو عام سڑکوں کے کنارے پر ڈال جاتے ہیں... پھر اس لاش کو انہوں نے جنگل میں کیوں پھینکا... اور اب واپس کیوں منگوا رہے تھے... یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔''

''اس بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ... وہ شخص اس لاش کا معاملہ پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا۔'' محمود نے خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

''سر! یہ دو شناختی کارڈ پڑے ملے ہیں...'' ایسے میں اکرام کا ایک ماتحت نزدیک آ کر بولا۔

''بہت خوب! اچھی طرح جائزہ لیتے رہو... دھماکے کی وجہ سے چیزیں کافی دور بھی جاسکتی ہیں۔''

یہ کہتے ہوئے اکرام نے دونوں کارڈ لے لیے... پھر ان پر لگی تصویروں پر نظر ڈالی... اچانک اس کی آنکھوں میں حیرت نظر آئی۔

''اوہو... میرا خیال ہے... میں انہیں پہچانتا ہوں... یہ راخل ہے... اور یہ مجی...''

''اور یہ کون لوگ ہیں...''

''بہت مدت بعد ان کی تصویر دیکھ رہا ہوں... ویسے یہ منجھے ہوئے جرائم پیشہ ہیں... کئی بار کے سزا یافتہ ہیں... پرانی فائلوں میں ان کا ذکر مل جائے گا... ایک عرصہ سے غائب تھے... غالباً آخری بار چھ سات سال پہلے جیل سے رہا ہوئے تھے... اس کے بعد ان کی کوئی واردات سننے میں نہیں آئی۔

''اور یہ رہتے کہاں ہیں۔''

''مجھے نہیں معلوم... ظاہر ہے.. ایسے لوگ اپنے ٹھکانے بدلتے رہتے ہیں... براہ راست میرا ان سے کبھی واسطہ نہیں پڑا۔''

''خیر کوئی بات نہیں... اب سوال یہ ہے کہ وہ کون شخص ہے... جسے انہوں نے ہلاک کیا ہے۔''

''وہ میرے لیے نیا چہرہ ہے۔''

''اللہ مالک ہے۔'' محمود نے سرد آہ بھری اور اکرام مسکرانے لگا۔

ادھر جائے واردات اور لاشوں کے حصوں کی تصاویر لی جا رہی تھیں... ادھر فاروق نے اکرام سے کہا:

''اس کی اچھی تدبیر یہ رہے گی کہ اخبارات میں ان کے چہرے شائع

کرا دیے جائیں... اور اعلان شائع ہو جائے... کہ ان لاشوں کے لواحقین رابطہ کریں... ہو سکتا ہے... اس طرح ان کے بارے میں ہماری معلومات میں اضافہ ہو جائے۔''

''ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔'' اکرام نے کہا۔

''اور یہ ضرب کا نشان کس تنظیم کا ہے۔''

''ایک پراسرار تنظیم ... ابھی تک ہم اس کا کوئی سراغ نہیں لگا سکے... کئی لاشوں کی جیبوں پر ضرب کے نشان نظر آ چکے ہیں۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے۔''

''تاہم اب تک جو معلومات حاصل ہوئی ہیں... وہ یہ ہیں کہ اس تنظیم کا ہیڈ کوارٹر ہمارے شہر ہی میں کہیں ہے... وہاں ان کا باس رہتا ہے... وہیں ان کے کارندوں کا اجلاس ہوتا ہے، تاہم کارندے وہاں رہتے نہیں۔''

''لیکن یہ معلومات آپ کو کیسے ملیں؟'' محمود نے حیران ہو کر پوچھا۔

''ضرب کے نشان والے ایک مجرم نے بتائی تھیں یہ باتیں... وہ بھی مرتے وقت... وہ پولیس کو زخمی حالت میں ملا تھا... وہ اس کا بیان لے رہے تھے اور وہ ابھی یہیں تک بتا پایا تھا کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔''

''اوہ... اوہ۔''

ایسے میں ایک کانسٹیبل دوڑ کر ان کی طرف آیا:

''سس... سس... سر۔'' وہ لگا ہکلانے۔

''کیا ہوا بھائی... خیر تو ہے۔''

''پتا چل گیا... یہ بے چارہ کیوں مارا گیا۔''

''تت تمہارا مطلب ہے... ضرب کے نشان والا؟'' اکرام نے

جلدی سے کہا۔

''ہاں سر! اسی کی بات کر رہا ہوں...''

''تو پھر بتاؤ... وہ کیوں مارا گیا... کیا چیز ملی ہے تمہیں۔''

''اس کی جیب سے... بلکہ کہنا چاہیے... خفیہ جیب سے ایک کاغذ کا ٹکڑا ملا ہے... لیجیے... آپ خود پڑھ لیجیے۔'' یہ کہ کر اس نے کاغذ کا ٹکڑا اس کی طرف بڑھا دیا... اکرام نے کاغذ ہاتھ میں لے لیا... اس پر یہ الفاظ لکھے تھے...

''شاید یہ رات میری زندگی کی آخری رات ہے... لیکن میں کوئی لمبی چوڑی بات لکھ کر اپنے پاس نہیں رکھ سکتا... تفصیل لکھ کر اپنے کمرے میں رکھ رہا ہوں... یہ ننھا سا پرزہ ہو سکتا ہے... انھیں نہ ملے۔''

اور واقعی وہ بالکل ذرا سا پرزہ تھا... تفصیل لکھنے کے لیے اسے بڑے کاغذ کی ضرورت تھی... اور بڑا کاغذ تلاش کر لیا جاتا... یہ کاغذ اس نے اپنی شلوار کے نیفے میں اڑسا ہوا تھا۔

''لیکن ہم وہ پیغام تو اس وقت حاصل کر سکیں گے نا جب اس کے کمرے کا ہمیں پتا ہو۔'' فاروق نے کہا۔

''اس کے لیے ہمیں اخبارات میں تصاویر اور اشتہار لگوانا پڑیں گے۔'' محمود بولا۔

وہ گھر لوٹے تو انسپکٹر جمشید ابھی نہیں آئے تھے... رات گئے تک وہ ان کا انتظار کرتے رہے... لیکن انسپکٹر جمشید نہ آئے... ان کا موبائل بھی بند تھا... اکرام کو بھی ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا... یہاں تک کہ جب انھوں نے آئی جی صاحب کو فون کیا تو انھوں نے بھی یہی کہا... مجھے معلوم

نہیں... جمشید کہاں ہے... لیکن میں معلوم کرنے کی کوشش شروع کرتا ہوں... تم بھی کوشش جاری رکھو۔

رات پھر انسپکٹر جمشید کی واپسی نہ ہو سکی... نہ فون پر ان سے رابطہ ہو سکا... وہ دوسرے دن کے اخبارات میں اس واردات کا پورا حال درج تھا۔ اور اپیل کی گئی تھی کہ ان تینوں میں سے کسی کے بارے میں بھی اطلاع دینے والے کو انعام بھی دیا جائے گا اور تعریفی سرٹی فیکیٹ بھی...

ایسے میں ان کے دروازے کی گھنٹی بجی... وہ اچھل پڑے... انداز انسپکٹر جمشید کا تھا... انھوں نے دوڑ کر دروازہ کھولا:

''السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔''

''وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ... آپ رات بھر کہاں رہے... ہم نے رات پریشانی کے عالم میں گزاری۔''

''جب کہ تمھیں پرسکون انداز میں سو جانا چاہیے تھا... ہماری زندگی تو ہے ہی ایسی۔''

''پریشانی اس بات کی تھی کہ آپ کا موبائل بھی بند تھا۔''

''وہ میں نے جان بوجھ کر بند کر رکھا تھا۔''

''لیکن کیوں...''

''کچھ لوگوں سے میں اپنی رات بھر کی کارگزاری چھپانا چاہتا تھا...''

''اوہ... لیکن آپ ہمیں تو فون کر سکتے تھے۔''

''اس صورت میں اس بات کا خطرہ تھا کہ وہ کسی طرح میرا سراغ لگا لیں گے۔''

''وہ کون لوگ ہیں... اور آپ کی تلاش میں کیوں ہیں... اور اگر ایسی بات ہے تو آپ اس وقت کیسے آ گئے۔''

''دن کی روشنی میں وہ سامنے نہیں آئیں گے... انھیں جو بھی میرے ساتھ کرنا ہے... رات کی تاریکی میں کرنا ہے... اسی لیے میں یہاں سے دور چلا گیا تھا۔''

''پتا نہیں... آپ کیا کہہ رہے ہیں... اور یہ کیا چکر ہے... اور ہم بھی ایک عدد چکر میں الجھ چکے ہیں۔''

''اوہو اچھا... ذرا میں بھی تو سنوں۔''

ایسے میں فون کی گھنٹی بجی... فون اکرام کا تھا... وہ کہہ رہا تھا:

''ضرب کے نشان والے کا سراغ مل گیا ہے... میں آ رہا ہوں... اکٹھے ہی چلیں گے۔'' یہ کہتے ہی اس نے فون بند کر دیا۔

☆☆☆☆☆

تلاشی

''لیجیے ابا جان! انکل اکرام یہیں آ رہے ہیں... ضرب والے کا سراغ مل گیا ہے۔''

''ضرب والا... کیا مطلب؟'' انسپکٹر جمشید چونکے۔

''انکل کے آنے تک آپ تفصیلات سن لیں۔''

''جلدی بتاؤ محمود... کیا تم مجھے کسی ایسے شخص کے بارے میں بتانا چاہتے ہو... جس کی جیب پر ضرب نشان دیکھا گیا ہے۔''

''جی... جی ہاں! یہی بات ہے۔''

''اچھی بات ہے... بتاؤ۔''

محمود نے ساری تفصیل سنا دی... اس کے خاموش ہوتے ہی وہ بولے۔

''مطلب یہ کہ اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو گیا ہے۔''

''جی ہاں! ہم نے اخبارات میں اس کی تصاویر شائع کرائی ہیں۔''

''اوہ اچھا۔'' ان کے منہ سے نکلا... پھر اکرام وہاں پہنچ گیا... انسپکٹر جمشید کو دیکھ کر اکرام کے چہرے پر حیرت دوڑ گئی...

''اس کا مطلب ہے... آپ ساری تفصیل سن چکے ہیں۔''

''ہاں اکرام میں ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی آیا ہوں... رات کے وقت پھر غائب ہو جاؤں گا۔''

''آخر کیوں سر...''

''کچھ نامعلوم لوگ میرے خلاف کوئی قدم اٹھانے چاہتے ہیں... لیکن... یہ کام وہ صرف رات کے وقت کریں گے... دن میں نہیں۔''

''اور یہ بات آپ کو کیسے معلوم ہے بھلا؟''

''کسی نامعلوم ہمدرد نے یہ اطلاعات دی ہیں۔''

''لیکن یہ کسی کا جھوٹ بھی ہوسکتا ہے... کیا خبر وہ نامعلوم مہربان بلاوجہ آپ کو پریشان کرنا چاہتا ہو۔''

''نہیں... اس کی بتائی ہوئی تمام باتیں بالکل درست ہوئی ہیں... چلو میں راستے میں...''

ان کا جملہ درمیان میں رہ گیا... عین اسی لمحے فون کی گھنٹی بجی... انہوں نے موبائل کان سے لگایا تو دوسری طرف سے آئی جی صاحب بات کر رہے تھے:

''جمشید... فوراً میرے دفتر پہنچ جاؤ...''

''خیر تو ہے سر؟''

''بس آجاؤ...'' یہ کہتے ہی انہوں نے فون بند کر دیا۔

انہوں نے پریشان نظروں سے ان کی طرف دیکھا، پھر بولے:

''آئی جی صاحب نے فوری طور پر بلایا ہے... لہٰذا میں تم لوگوں کے ساتھ نہیں جاسکوں گا... تاہم میں رابطہ رکھنے کی کوشش کروں گا۔''

''جی اچھا۔''

وہ تو اسی وقت گھر سے نکل گئے... ان کے بعد وہ جیپ میں روانہ ہوئے:

''پتا نہیں... ابا جان ہمیں اس شخص کے بارے میں کیا بتانا چاہتے تھے۔''

''وہ تو خیر ہم معلوم کر ہی لیں گے... پہلے انکل سے تو پوچھ لیں... انہیں کیا معلوم ہوا ہے۔''

''مقتول کے بارے میں پتا چل گیا ہے... اخبارات میں تصاویر اور خبریں پڑھ کر مجھے اب تک صرف ایک فون ملا ہے... اس نامعلوم شخص نے اپنا نام نہیں بتایا... کیونکہ اس کا کہنا ہے، عدالتوں کے چکر لگانا پڑیں گے... بہرحال اس نے بتایا کہ تصویر والا شخص راج کالونی میں رہتا تھا... اس کا مکان نمبر 309 ہے... اور اب اس کے دروازے پر تالا لگا ہوا ہے... لہٰذا ہمیں تلاشی لینے پر وہ کاغذ مل سکتا ہے۔'' اکرام کے لہجے میں جوش تھا...

''اوہ... بالکل...'' انہوں نے ایک ساتھ کہا۔

ان کی جیپ راج کالونی میں داخل ہوئی... مکان نمبر 309 تلاش کرنے میں انہیں کوئی دقت نہ ہوئی... دروازے پر واقعی تالا لگا ہوا تھا... اکرام نے پہلے دائیں طرف والے پڑوسی کے دروازے پر دستک دی... ایک ادھیڑ عمر آدمی باہر نکلا:

''ہم مسٹر جانی سے ملنے کے لیے آئے ہیں... لیکن دروازے پر تالا لگا ہوا ہے... کیا آپ ہماری کوئی مدد کر سکتے ہیں۔''

''یہ صاحب گھر میں کم ہی ملتے ہیں... بعض اوقات تو پورا پورا ہفتہ

غائب رہتے ہیں... کبھی آتے بھی ہیں تو بس دن میں کسی وقت... رات تو کبھی مشکل سے ہی یہ یہاں گزارتے ہیں... البتہ کل رات آئے تھے... اور یہ دیکھ کر مجھے حیرت سی ہوئی تھی... میں نے ان سے علیک سلیک بھی کی تھی... اور حیران ہو کر پوچھا تھا، مسٹر جانی... آج آپ رات کے وقت گھر آئے ہیں۔''

''بس! آج طبیعت خراب ہے... چھٹی لی ہے...''

ان کے اس جواب کا مطلب تو یہ نکلتا ہے کہ وہ کہیں رات کے وقت کام کرتے ہیں... لیکن یہ بات پھر بھی سمجھ میں نہیں آئی کہ پورا پورا ہفتہ کہاں غائب رہتے ہیں... یا پھر ان کی ڈیوٹی اس قسم کی ہے کہ اکثر شہر سے باہر رہنا پڑتا ہے... انہوں نے آج تک یہ نہیں بتایا کہ وہ کہاں کام کرتے ہیں۔''

''ہوں... آپ کا شکریہ... ہم اس مکان کی تلاشی لینا چاہتے ہیں... ہمارا تعلق پولیس سے ہے... کیا اس مکان میں داخل ہونے کا کوئی ایسا راستہ ہے کہ تالا نہ توڑنا پڑے۔''

''جی نہیں... دروازے کے راستے ہی اندر جانا ہوگا۔''

''اس کا مطلب ہے کہ ہمیں دروازہ توڑنا پڑے گا... خیر۔''

اب اکرام نے اپنے ماتحتوں کو فون کیا... ساتھ ہی اس نے وارنٹ کے لیے فون کیا... جلد ہی ماتحت وارنٹ سمیت وہاں پہنچ گئے...

''انکل... آپ اپنے ماتحتوں کو باہر ہی رہنے دیں... تلاشی ہم خود لیں گے... کیونکہ یہ مسئلہ ہے ایک مقتول کی تحریر کا... کہیں وہ ادھر ادھر نہ ہو جائے... ہوسکتا ہے، وہی تحریر اس خونی تنظیم کی گرفتاری کا سبب بن جائے۔'' محمود نے جلدی جلدی کہا۔

''کک... کیا... کیا کہا... خونی تنظیم...'' فاروق بوکھلا کر

بولا۔

''ہاں! کیوں... کیا ہوا... یہ تنظیم خونی نہیں تو کیسی ہے۔'' محمود نے اسے گھورا۔

''میرا مطلب ہے... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔''

''دھت تیرے کی... ایک تو تم ناولوں کے ناموں کے پیچھے پڑے رہتے ہو... تمہیں تو کوئی ناول نگار ہونا چاہیے تھا۔''

''ادھر ادھر کی باتوں میں وقت نہ ضائع کرو... '' فرزانہ نے دونوں کو گھورا۔

''لیکن دروازہ کھلنے تک ہمیں یہاں کام بھی کیا ہے۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

کام نہیں ہے تو غور تو کر سکتے ہو... آخر یہ چکر کیا ہے؟''

''اچھی بات ہے... غور کر لیتے ہیں، ہمارا کیا جاتا ہے۔'' محمود نے کہا اور پھر وہ سوچ میں ڈوب گئے۔

اور پھر وارنٹ وہاں پہنچ گئے... انہوں نے تالا توڑ ڈالا اور اندر داخل ہوئے... اکرام کے ماتحت باہر چوکس کھڑے ہو گئے:

وہ ایک چھوٹا سا مکان تھا... ہر طرف بے ترتیبی کا راج تھا... یوں لگتا تھا، گھر کے مالک کو اس کی کوئی پروا نہ ہو... ہر چیز پر گرد جمی تھی... انہوں نے غور سے ہر چیز کا جائزہ لیا...

''اگر وہ یہاں آیا تھا اور رات کو گھر ہی میں سویا تھا تو... کہیں سے تو گرد ہٹی ہونی چاہیے۔'' فرزانہ نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

''پڑوسی نے اسے آتے دیکھا تھا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ یہاں آ

کرسویا بھی ہو... ہوسکتا ہے، آتے ہی اس نے وہ تحریر یہاں کہیں چھپائی ہوئی اور چلا گیا ہو...'' محمود نے خیال ظاہر کیا۔

''اس صورت میں بھی اس نے گھر میں جہاں تحریر چھپائی... اس جگہ سے گرد ہٹی ہونی چاہیے۔'' فرزانہ بولی۔

''ہاں! یہ تو ہے۔'' اکرام نے اس کی تائید کی۔

''میں نے وہ جگہ دیکھ لی ہے۔'' فاروق کی پرجوش آواز سنائی دی۔

وہ اس کی طرف مڑے... اس کی نظریں غسل خانے کی طرف تھیں... انہوں نے دیکھا... غسل خانے کا دروازہ بند تھا... جوتوں کے چند نشان دروازے کے بالکل پاس صاف نظر آرہے تھے... وہ جلدی سے ان نشانات کی طرف بڑھے...

''انکل! ذرا ان کی تصاویر لے لیں...''

''ضرور کیوں نہیں۔'' اکرام مسکرایا۔

تصاویر لینے کے بعد وہ غسل خانے میں داخل ہوئے... غسل خانے کے فرش پر گرد کا نام و نشان نہیں تھا... البتہ دوسرے حصوں میں گرد موجود تھی... انہوں نے بغور اس کا جائزہ لیا... غسل خانے میں ایک طاق تھا... لیکن وہ اونچائی پر تھا۔

''انکل... ذرا فاروق کو اس طاق کی اونچائی تک اٹھائیے گا... طاق پر انگلیوں کے نشانات تو نہیں ہیں۔'' فرزانہ بولی۔

''ہوں اچھا۔'' اکرام نے کہا اور اسے اوپر اٹھا دیا... فاروق نے جلدی سے طاق کا جائزہ لیا اور بولا۔

''اس پر انگلیوں کے نشانات ہیں... اور طاق کے اندر ہی ایک خفیہ

خانہ موجود ہے... وہ صرف اوپر سے نظر آتا ہے... نیچے کھڑے ہوئے نظر نہیں آ سکتا... انکل... ذرا نزدیک ہو جائیں... میں اس خانے کو ٹٹول لوں۔''

''اچھی بات ہے... لیکن ذرا جلدی... کیونکہ تم کافی وزنی ہو... جب کہ میں آج تک تمہیں بہت ہلکا پھلکا خیال کرتا رہا۔''

''خیر کوئی بات نہیں... آپ واپس لے لیں۔'' فاروق مسکرایا۔

''کیا واپس لے لوں۔''

''خیال... اور کیا... اب میں آپ کو اس خیال کے بدلے میں کوئی نقدی تو دینے سے رہا۔''

''اچھا بھائی جلدی کرو۔''

اکرام نے کہا اور دیوار سے آلگا... اس نے خانے میں ہاتھ ڈال دیا... فوراً ہی اس کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکل گئی...

''کیا ہوا فاروق۔'' محمود، فرزانہ اور اکرام نے بے تابانہ انداز میں پوچھا۔

''اس خانے میں کوئی چیز موجود ہے... زندہ چیز... اس نے میری انگلی پر ڈسا ہے... انکل... میں مرا... مجھے فوراً نیچے اتار دیں۔''

اکرام گھبرا گیا... فاروق کو نیچے اتارا گیا... انگلی کا جائزہ لیا گیا تو وہ نیل ہو چکی تھی... ان کے ہاتھ پیر پھول گئے... پہلے تو انہوں نے فسٹ ایڈ کے طور پر اس کے بازو پر ایک ڈوری کس دی... تاکہ زہر اوپر نہ جا سکے... پھر بلا کی تیزی سے اسے جیپ میں لے چلے... ساتھ ہی اکرام نے ڈاکٹر فاضل کو فون کر کے صورت حال بتا دی... انسپکٹر جمشید کو فون کرنا چاہا تو ان کا موبائل بند تھا۔

ڈاکٹر فاضل انہیں تیار کھڑے ملے... انہوں نے فوراً انگلی کا جائزہ لیا... اور فاروق کو انجکشن لگائے... فاروق اس وقت تک بے ہوش ہو چکا تھا... دو گھنٹے کی سر توڑ کوشش کے بعد فاروق ہوش میں آیا... اس وقت ڈاکٹر فاضل نے کہا:

''اب یہ خطرے سے باہر ہیں... وہ کوئی زبردست زہریلا کیڑا تھا... امید یہ ہے کہ کوئی بڑی جسامت والا بچھو تھا...''

آپ کا شکریہ ڈاکٹر صاحب... ہم ابھی جا کر اس بچھو کی خبر لیتے ہیں۔'' اکرام بولا۔

اب وہ پھر اس مکان میں آئے... سیڑھی لگا کر اکرام اوپر چڑھ گیا... اس کے ہاتھوں پر چمڑے کے دستانے تھے... اس نے ٹارچ کی مدد سے خانے کا جائزہ لیا... پھر بولا:

''اُف مالک! میں نے اپنی زندگی میں اتنا بڑا بچھو کبھی نہیں دیکھا۔''

''دستانے کے باوجود اسے نہ پکڑیں انکل... کیا خبر اس کا زہر دستانے کے اندر بھی چلا جائے۔''

''فکر نہ کرو... ہم پہلے اسے بے ہوش کریں گے۔''

''ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔''

اب بچھو کو بے ہوش کرنے کے لیے خانے میں گیس کا سپرے کیا گیا... جلدی بچھو لمبا لیٹا نظر آیا... اب ایک چمٹی کی مدد سے اس کو پکڑ کر نیچے اتارا گیا... ایک ڈبے میں بند کیا گیا... پھر اس خانے کا اچھی طرح جائزہ لیا گیا... اندر کوئی اور بچھو نہیں تھا... البتہ ایک کاغذ تہ کیا گیا موجود تھا... اکرام نے جوش کے عالم میں کہا۔

''وہ مارا... تحریر والا کاغذ یہاں موجود ہے۔''

''جی... یہ... یہ کیسے ہوسکتا ہے۔'' فرزانہ کے لہجے میں بلا کی حیرت در آئی۔

''کیوں... ہو کیوں نہیں سکتا۔'' فاروق نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

''اس لیے نہیں ہوسکتا کہ...'' وہ کہتے کہتے رک گئی... اور مسکرائی۔

''ایک تو ہم تمہاری اس عادت سے بہت تنگ ہیں... بات کو درمیان میں روک کر مسکرانے لگتی ہو۔'' فاروق جل گیا۔

''مزہ آتا ہے...'' فرزانہ مسکرائی۔

''تمہیں آتا ہوگا... ہمیں نہیں۔'' محمود نے بھنّا کر کہا۔

''ہاں! تم کیا کہہ رہی تھیں فرزانہ۔'' اکرام نے جلدی سے کہا۔

''یہ کہ اگر اس خانے میں مقتول کی تحریر ہے تو یہاں بچھو نہیں ہوسکتا تھا... اور بچھو کا مطلب یہ ہے... وہ تحریر ان لوگوں کے ہاتھ لگ چکی ہے... جو مقتول نے یہاں رکھی تھی۔''

''اوہ... اوہ... تم ٹھیک کہہ رہی ہو فرزانہ...'' اکرام کا لہجہ سست ہو گیا۔

''چلیے یہی سہی... لیکن پھر یہ کاغذ کیسا ہے۔'' محمود بولا۔

''یہ تو اب دیکھتے ہیں۔''

یہ کہتے ہوئے محمود نے کاغذ اٹھا لیا... سیڑھی پر ہی اسے کھولا اور پھر جونہی اس پر لکھے الفاظ پر اس کی نظریں پڑی... وہ بُری طرح چلّا اٹھا:

''اُف... مالک... یہ کیا؟''

اس کی آواز میں بلا کا خوف شامل ہو چکا تھا:

☆☆☆☆☆

سوئی

انسپکٹر جمشید آئی جی صاحب کے کمرے میں داخل ہوئے تو ان کا چہرہ سُتا ہوا تھا... انہیں دیکھ کر بھی وہ نہیں مسکرائے... بلکہ ٹکٹکی باندھ کر ان کی طرف دیکھتے رہے:

''کوئی بہت خوف ناک خبر سنی ہے شاید آپ نے۔'' انسپکٹر جمشید نے سلام کے بعد کہا۔

''اس میں شک نہیں جمشید... خبر ہولناک ہے۔''

''اور وہ کیا سر؟''

''نو نومبر کو رات نو بجے نیشنل ہال میں اسلامی ملکوں کے تمام سربراہ کا اجلاس طے پا گیا ہے۔''

''اوہو... اچھا۔'' انسپکٹر جمشید مارے حیرت کے بولے۔

''ہاں جمشید... اور ہمارے لیے یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے... شہر میں کئی وارداتیں ضرب کے نشان والی تنظیم پہلے ہی کر چکی ہے... ہم سب یہ بات جانتے ہیں کہ یہ تنظیم خالص اسلام دشمن ہے... پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمارے شہر میں وہ پہلے ہی سرگرم ہو، ایسے میں اسلامی ملکوں کے سربراہوں کا

اجلاس رکھ دیا جائے... اور وہ کچھ نہ کرے۔''

''ہوں! اس میں شک نہیں کہ یہ تنظیم آرام سے نہیں بیٹھے گی...''

''ان حالات میں میں یہ مہم تمہارے سپرد کرتا ہوں... تمام تر حفاظتی انتظامات کی ذمے داری تم پر ہے...''

''ٹھیک ہے سر... لیکن میں اپنے حفاظتی انتظامات کی خلاف ورزی برداشت نہیں کروں گا...''

''کیا مطلب جمشید... تم کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''صرف یہ سر... کہ اگر کوئی بڑا افسر تلاشی دیے بغیر اندر جانا چاہے گا تو میں ایسا نہیں ہونے دوں گا... ہر ایک کو تلاشی دینا ہوگی... میں کسی کا بھی لحاظ نہیں کروں گا... اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر میرے انتظامات دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔''

''بات معقول ہے... لیکن جمشید... یہ بھی تو سوچو... بعض بڑے افسران کی ہم تلاشی نہیں لے سکتے...'' آئی جی صاحب بولے۔

''تب پھر یہ ذمے داری کسی اور کو سونپ دیں سر۔''

''یہ بھی نہیں ہوسکتا جمشید... کچھ لوگ ایسے ضرور آئیں گے... جن کی تلاشی نہیں لی جائے گی... اور جمشید تم ضد نہ کرو۔''

''سر! معاف کیجیے گا... آپ یہ بھی سوچیں... معاملہ تمام اسلامی ملکوں کے سربراہوں کا ہے...''

''آفیسر تلاشی کے بغیر جائیں گے... ان پر کسی قسم کے شک کی کوئی گنجائش نہیں۔''

''اور اگر میں شک کی وجہ عین موقعے پر بتادوں سر؟''

''اس صورت میں تو خیر ہم روک سکیں گے۔''

''چلیے... یونہی سہی۔''

''جمشید... خیال رہے... اگر تم اپنے شک کو ثابت نہ کر سکے تو پھر معاملہ بہت غلط صورت اختیار کرے گا۔''

''سر! آپ فکر نہ کریں... اگر میں کسی پر شک کروں گا... تو اس کو ثابت بھی کروں گا... یہ میری ذمے داری ہو گی...''

''بس تو پھر... میں تمہیں تمام تر اختیارات دیتا ہوں... حفاظت کے سلسلے میں تم جو قدم بھی اٹھاؤ... کوئی ان پر اعتراضات نہیں کرے گا... فرض کیا، کوئی کرے گا تو اس کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی جائے گا۔''

''ٹھیک ہے سر... لیکن میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا پسند کروں گا کہ یہ کام اتنا آسان نہیں ہو گا... میرے اقدامات پر اعتراضات ضرور کیے جائیں گے۔''

''اور تم ان اعتراضات کو خاطر میں کیوں لاؤ گے... پروانہ کرنا۔''

''بہت بہتر! آپ نے مجھے جب اس حد تک اجازت دے دی ہے تو پھر میں ضرور اس عمارت کی حفاظت کر سکوں گا اور کسی بھی شخص کو بغیر تلاشی اندر نہیں جانے دوں گا... یہاں تک کہ...'' وہ کہتے کہتے رک گئے اور ساتھ ہی مسکرائے بھی۔

''یہاں تک کہ کیا؟''

''یہاں تک کہ میں تو مہمانوں کی بھی تلاشی لوں گا۔''

''کیا!!!'' آئی جی صاحب چلّا اٹھے۔

''جی ہاں! یہ تو ہو گا... اور اصول بھی یہی ہے سر... ہمیں کیا خبر کوئی

سربراہ اصلی ہے یا نقلی... یا ہے تو اصلی... لیکن ہے کوئی اسلام دشمن... اور شامل ہو گیا ہے، اسلامی ممالک کے سربراہوں میں۔''

''کیا کہہ رہے جمشید... ایسی بے تکی باتیں نہ کرو۔''

''نہیں سر... میں بے تکی باتیں نہیں کر رہا ہوں... تلاشی تو میں آپ کی بھی لوں گا۔''

آئی جی صاحب کو ہنسی آ گئی... پھر وہ بولے:

''اچھا ٹھیک ہے... اب تم جو جی میں آئے کرو... جب کوئی اعتراض کرے گا... دیکھ لیا جائے گا۔''

''یہ ہوئی بات... آپ کا بہت بہت شکریہ۔''

آئی جی صاحب ایک بار پھر مسکرا دیے اور بولے:

''شاید یہی وجہ ہے کہ مشکل ترین کیسوں میں بھی کامیابی تمہارے قدم چومتی ہے۔''

''شکریہ سر۔''

''اور نونومبر میں اب چند دن رہ گئے ہیں... ان چند دنوں میں تمہیں سب انتظامات کرنا ہوں گے۔''

''آپ فکر نہ کریں سر! میں کر لوں گا... ان شاء اللہ۔''

عین اس لمحے فون کی گھنٹی بجی... آئی جی صاحب نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا... پھر وہ بری طرح اچھلے... ان کے منہ سے مارے خوف کے نکلا:

''نن... نہیں... نہیں۔''

''کیا ہوا سر۔'' انسپکٹر جمشید پریشان ہو گئے۔

''ایک خوفناک اطلاع جمشید... ٹھہرو... پہلے مجھے صدر صاحب سے بات کرنے دو۔''

انہوں نے فون پر صدر صاحب کا خاص نمبر ڈائل کیا... جلد ہی ان کی آواز سنائی دی:

''خیر تو ہے شیخ صاحب؟''

''سر... خیر نہیں ہے... خوفناک خبر ہے... ضرب کے نشان والی تنظیم کو یہ ذمے داری سونپی گئی ہے کہ نو نومبر کو عین اجلاس کے وقت نیشنل ہال کو بم سے اڑا دیا جائے۔''

''کیا!!!'' صدر صاحب چلّا اٹھے۔

''ہاں! سر... ہمارے خفیہ ذرائع یہی بتا رہے ہیں... لہٰذا ہمیں چاہیے... اس اجلاس کو فوری طور پر ملتوی کر دیا جائے... اور آئندہ اجلاس جہاں بھی رکھا جائے... اس کے انتظامات ایک شخص کے حوالے کر دیے جائیں... یہ اس سے بھی نہ پوچھا جائے کہ وہ اجلاس کے لیے کون سی جگہ تجویز کرتا ہے... اس طرح اجلاس کی جگہ کے بارے میں صرف ایک شخص کو معلوم ہو گا... اور کسی کو بھی نہیں۔ لہٰذا ضرب کے نشان والی تنظیم بھی کچھ نہیں کر سکے گی۔''

''اور وہ شخص کون ہو گا۔'' صدر صاحب بولے۔

''انسپکٹر جمشید!''

''اس میں شک نہیں کہ تجویز بہت اچھی ہے... لیکن شیخ صاحب... ہم اس پر عمل نہیں کر سکیں گے۔'' صدر صاحب نے پریشان آواز میں کہا۔

''وہ کیوں سر؟''

''جگہ تبدیل کرنے کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم اس تنظیم کے خلاف کچھ

نہیں کر سکتے... ہم اس کے مقابلے میں بے بس ہیں... اتنے بڑے اسلامی ملک کی حکومت ایک تنظیم سے خوف زدہ ہو کر اپنا پروگرام تبدیل کر دے... یہ تو پھر کوئی بات نہ ہوئی... بلکہ یہ تو ڈوب مرنے کا مقام ہوگا... لہٰذا اجلاس وہیں ہو گا... اور نیشنل ہال کی حفاظت کی ذمے داری انسپکٹر جمشید کو سونپ دیں... ان کے علاوہ فوج کو یہ ذمے داری پہلے ہی سونپی جا چکی ہے..."

"اس طرح اور الجھن پیدا ہو گی سر... فوج انسپکٹر جمشید کی ہدایات پر عمل کرے گی یا انسپکٹر جمشید فوج کی ہدایات پر عمل کریں گے۔"

"دونوں اپنے طور پر الگ الگ حفاظتی اقدامات کریں گے..."

"اچھی بات ہے سر... اللہ مالک ہے... اگر یہ فیصلہ ہو چکا ہے تو پھر ہم کیا کر سکتے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک۔" یہ کہتے ہوئے صدر صاحب نے فون بند کر دیا۔

اب انہوں نے انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا:

"تم نے گفتگو سن لی جمشید۔"

"ہاں سر... آپ پریشان نہ ہوں... اللہ نے چاہا تو میں دیکھ لوں گا۔"

"مجھے تم سے یہی امید ہے جمشید... اس کے ساتھ میں یہ کہنا پسند کروں گا کہ یہ تنظیم بہت خطرناک ہے... ہم آج تک اس کا کوئی کارکن بھی نہیں پکڑ سکے۔"

"لیکن سر! اس بار یہ لوگ ضرور گرفتار ہوں گے۔"

"پریشانی ان کے گرفتار ہونے یا نہ ہونے کی نہیں... مسلمان سربراہوں کی ہے۔" آئی جی صاحب بولے۔

''آپ پریشان نہ ہوں اور مجھے صرف یہ بتا دیں کہ اس پروگرام کے طے ہونے سے پہلے ہی نیشنل ہال کی نگرانی شروع کرادی گئی تھی یا نہیں۔''

''میری معلومات کے مطابق ہال کی نگرانی پروگرام طے ہو جانے کے بعد شروع ہوئی تھی... ظاہر ہے... اس سے پہلے نگرانی شروع کی بھی کیسے جا سکتی تھی۔''

''ہوں... خیر... میں چلتا ہوں سر... ان لوگوں کو دیکھ لیا جائے گا۔''

''میری پریشانی میں ہر لمحے اضافہ ہو رہا ہے۔''

''اس کا بہترین حل یہی تھا کہ وہاں اجلاس نہ ہو... اور اجلاس کہاں ہو گا... یہ صرف مجھے پر چھوڑ دیا جائے... صرف مجھے معلوم ہو گا اور میں عین وقت پر بتاؤں گا... یعنی اس وقت سے کافی دیر پہلے ہی اس جگہ کی نگرانی شروع کرا دوں گا... ظاہر ہے، ان حالات میں ضرب کا نشان والے کیا کر سکتے ہیں۔''

''میں کیا کہہ سکتا ہوں جمشید... اب صدر صاحب سے کون بات کرے... ان کا کہنا ہے، اجلاس اب اسی عمارت میں ہو گا۔''

''ایک بار آپ مجھے ان سے بات کرنے کی اجازت دے دیں۔''

'اچھی بات ہے جمشید... میں ان سے تمہاری بات کرائے دیتا ہوں۔''

انہوں نے صدر صاحب کا مخصوص نمبر ملایا... اور پھر ریسیور ان کے ہاتھ میں دے دیا:

''انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں۔''

''لیکن جمشید... میں اس بارے میں کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔''

''میں چند تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں۔''

''نہیں جمشید... اس بارے میں کوئی تجویز نہیں سنی جا سکتی... تم بس اس ہال کی حفاظت کرو...'' صدر بولے۔

''سر... جو کام وہ لوگ وہاں پہلے ہی کر چکے ہیں... ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں...''

''ان کی کارگزاری کا سراغ لگاؤ... اور بس۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی فون بند کر دیا... انسپکٹر جمشید منہ بنا کر رہ گئے۔

''آپ نے ٹھیک کہا تھا سر... وہ اس بارے میں کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں۔''

''یہی تو ہماری پریشانی ہے۔''

''اللہ مالک ہے سر... آپ بس دعا کریں... میں چلتا ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ اٹھے... پھر ان کی آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی... ان کی نظریں اپنی گھڑی کے ایک بلب پر جم گئی تھیں... سرخ رنگ کا وہ بلب مسلسل جل اور بجھ رہا تھا، جونہی وہ کمرے سے نکلنے کے لیے اٹھے... بلب بجھ گیا... انہوں نے اپنی گھڑی کا ایک بٹن دبا دیا... پھر رازدارانہ انداز میں ایک کاغذ پر لکھا:

''سر! ہماری ساری بات چیت سن لی گئی ہے۔''

''یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو جمشید۔'' انہوں نے دبی آواز میں کہا۔

''سر! یہ میری گھڑی دیکھ رہے ہیں... اس کے ایک بلب نے مجھے یہ اطلاع دی ہے... اور یہ بات میں ابھی ثابت کیے دیتا ہوں۔''

یہ کہ کر انہوں نے دفتر کی تلاشی شروع کی... انہوں نے ایک ایک چیز کا غور سے جائزہ لیا... آخر دفتر کے قالین کے نیچے سے انہوں نے ایک سیاہ رنگ کی ننھی سی پن اٹھالی... اور ان کی آنکھوں کے سامنے لہرائی:

''یہ کیا...... یہ تو صرف ایک پن ہے۔'' انہوں نے دبی آواز میں کہا۔

''میں پروفیسر صاحب کو فون کرتا ہوں... وہ آکر چیک کریں گے... یہ کیا ہے... آپ غور کریں... آخر یہاں اس سوئی کا کیا کام؟''

''بھئی گر گئی ہوگی... کسی سے۔''

''سر! یہ عام پن نہیں ہے... نہ یہ سلائی والی سوئی ہے... نہ کاغذ پر لگانے والی... آپ اس کو غور سے دیکھیں... اس کا باریک سرا آگے سے عجیب انداز میں مڑا ہوا ہے... اور اوپر والا سنہری رنگ کا ہے...

''اوہو... اچھا۔''

انہوں نے حیرت زدہ انداز میں کہا... اور پھر اس سوئی کو غور سے دیکھنے لگے...

ایسے میں انسپکٹر جمشید کے فون کی گھنٹی بج اٹھی:

☆☆☆☆☆

فائر

''کیا ہوا بھئی... کیا لکھا ہے اس کاغذ پر۔''

''انکل! اس پر لکھا ہے... جانی جو پیغام آپ لوگوں کو دینا چاہتا تھا، وہ اب ہمارے پاس ہے... ہم آپ کو بتائے دیتے ہیں... اور خوب دھڑلے سے بتا رہے ہیں... نو نومبر کو نیشنل ہال میں مسلم سربراہوں کی کانفرنس ہو رہی ہے... کانفرنس کے دوران اس ہال کو بم سے اڑا دیا جائے گا... تم لوگوں سے جو ہو سکے... کر لو... عمارت اڑ کر رہے گی... لو ہم نے خود بتا دیا... وہ غدار کیا بتانا چاہتا تھا... اور اسے ہم نے اس کی غداری کی سزا بھی دے دی ہے...''

''نیچے آؤ فوراً... کیا اس تحریر کے نیچے ضرب کا نشان بھی ہے۔'' اکرام نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''ہاں! بالکل ہے انکل۔''

''ان حالات کی خبر انسپکٹر صاحب کو فوراً دینا ہو گی۔''

یہ کہتے ہوئے اس نے انسپکٹر جمشید کے نمبر ملائے... دوسری

طرف سے آواز سنتے ہی اکرام نے کہا۔

''سر حالات حد درجے خوفناک ہیں۔''

''تم بھی سنادو بھائی... کیا سنانا چاہتے ہو...'' انسپکٹر جمشید نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

اکرام نے تفصیل سنا دی... اس کے خاموش ہونے پر انھوں نے کہا۔

''میں نیشنل ہال پہنچ رہا ہوں... تم لوگ بھی روانہ ہو جاؤ...'' یہ کہ کر انھوں نے فون بند کر دیا اور آئی جی صاحب کی طرف مڑے:

''اکرام نے اس مقتول کا پیغام تلاش کرنے کے لیے اس کے گھر کی تلاشی لی ہے سر... وہاں سے اس کے بجائے... اس کے قاتلوں کا پیغام ملا ہے۔'' اس نے کہا اور پھر یہ پیغام سنا دیا۔

''حیرت ہے... یہ لوگ ہمیں باقاعدہ چیلنج کرنے لگے... خیر... ہم بھی ان کے خلاف اعلانِ جنگ کرتے ہیں... تم نیشنل ہال پہنچ جاؤ... میں کچھ دیر بعد وہاں پہنچوں گا۔''

''او کے سر۔''

اب انسپکٹر جمشید نے پروفیسر داؤد کے نمبر ملائے... ادھر سے خان رحمان کی آواز سنائی دی۔

''پروفیسر خان بات کر رہا ہوں۔''

''حد ہو گئی خان رحمان... اپنا نام بھی بھول گئے۔''

''یہ بات نہیں جمشید... میں اس وقت آدھا خان رحمان ہوں اور آدھا پروفیسر داؤد۔''

''بھلا وہ کیسے؟'' انسپکٹر جمشید بے ساختہ ہنس پڑے۔

''پروفیسر صاحب کو اچانک کہیں جانا پڑ گیا ہے... اب وہ اپنی تجربہ گاہ میرے حوالے کر گئے ہیں...''

''اوہ اچھا سمجھا... خیر میں ان سے موبائل پر بات کر لیتا ہوں اور ہاں خان رحمان... تم بھی نیشنل پارک پہنچ جاؤ۔''

''کیا کہا... نیشنل پارک پہنچ جاؤ... کیوں بھائی... کیا وہاں محمود اور فاروق کسی مشکل میں پھنس گئے ہیں۔''

''او بھائی... غلط کہہ گیا... نیشنل ہال۔''

''تم کہتے ہو تو پہنچ جاتا ہوں... ورنہ میرا تو پروفیسر صاحب کے ساتھ خریداری کے لیے نکلنے کا پروگرام تھا۔''

''خریداری گئی بھاڑ میں۔'' انسپکٹر جمشید جھلّا اٹھے۔

''ہائیں... یہ اسے کیا سوجھی۔'' خان رحمان کے لہجے میں حیرت تھی۔

''کسے کیا سوجھی خان رحمان۔''

''خریداری کو بھاڑ میں جانے کی کیا سوجھ گئی۔'' انسپکٹر جمشید جھلا کر بولے۔

''لگتا ہے... ہم دونوں کے اندر محمود، فاروق اور فرزانہ کی روحیں حلول کی گئی ہیں۔''

''یار خان رحمان... میں اس وقت مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔''

''اچھی بات ہے... میں نیشنل پارک... نہیں ہال میں پہنچ رہا ہوں... اور جب تم مذاق کے موڈ میں ہو تو بتا دینا۔'' خان رحمان ہنس کر

بولے۔

''حد ہوگئی... حد ہوگئی۔'' انسپکٹر جمشید نے تلملا کر کہا۔

''ضرور ہوگئی ضرور ہوگئی... میں نے کب کہا کہ نہیں ہوئی۔'' خان رحمان نے فوراً کہا۔

''توبہ ہے تم سے۔'' انسپکٹر جمشید نے جل کر کہا۔

''ہائیں پہلے تو محمود، فاروق اور فرزانہ سے ہوتی تھی... اب مجھ سے ہونے لگی... خیر میں وہاں پہنچ رہا ہوں... جہاں کے لیے تم نے کہا ہے۔''

''شکریہ!'' انسپکٹر جمشید نے جلدی سے کہا اور پھر پروفیسر داؤد کے نمبر ملائے... جلد ہی ان کی آواز سنائی دی۔

''السلام علیکم پروفیسر صاحب!''

''آہا! یہ تو اپنے جمشید کی آواز ہے۔'' وہ چہکے۔

''آپ نے بالکل ٹھیک پہچانا... آپ فوری طور پر نیشنل ہال آجائیں۔''

''کوئی خاص بات۔''

''اس قدر خاص کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔''

''اچھی بات ہے، نہیں سوچوں گا۔''

''نیشنل ہال میں نو نومبر کو تمام اسلامی سربراہوں کی کانفرنس ہو رہی ہے... لیکن ضرب والی تنظیم نے اس عمارت کو بم سے اڑانے کا پروگرام ترتیب دے دیا ہے۔''

''تب پھر جمشید میرا مشورہ مانو... اور اجلاس کی جگہ تبدیل کردو... اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔'' انہوں نے کہا۔

''یہی تو مشکل ہے۔''

''اس میں مشکل کہاں سے آ کودی۔''

''صدر صاحب جگہ تبدیل کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔''

''کیوں... وہ کیوں اس بات پر اڑے ہوئے ہیں۔''

''حکومت کے وقار کا مسئلہ ہے... یعنی دوسری حکومتیں... بلکہ اسلامی سربراہ کیا کہیں گے... ہم نے ایک جرائم پیشہ تنظیم سے ڈر کر اجلاس کی جگہ بدل دی۔''

''خیر... تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔''

''ہال کی حفاظت کی ذمے داری میرے سر پر آپڑی ہے... لہٰذا یہاں آپ کی ضرورت قدم قدم پر ہوگی... اس کے علاوہ آئی جی صاحب کے دفتر کے قالین کے نیچے سے ایک سوئی ملی ہے... اس سوئی کو بھی آپ سے چیک کروانا ہے۔''

''کیا کہا... سوئی۔''

''ہاں! میرا خیال ہے... وہ سوئی بھی کوئی سائنس کی ایجاد ہے... اور آئی جی صاحب کے دفتر میں ہونے والی گفتگو سننے کے لیے وہاں رکھی گئی تھی۔''

''بھلا جمشید... وہاں سوئی رکھنے کی جرأت کون کر سکتا ہے۔''

''یہ بھی دیکھیں گے... لیکن سب سے پہلے مسئلہ ہے نیشنل ہال کا۔''

''ان حالات میں... جب کہ وہ سوئی مل چکی ہے... میں تو اس ہال میں اجلاس کا مشورہ ہرگز نہیں دوں گا... اس پروگرام کو تبدیل کرنا ہوگا... جمشید... پہلے میں صدر صاحب کو فون کرلوں... پھر اس طرف آؤں گا۔''

''کوئی فائدہ نہیں۔'' انسپکٹر جمشید فوراً بول اٹھے۔

''کیا مطلب... کس بات کا کوئی فائدہ نہیں...''

''صدر صاحب سے بات کرنے کا۔''

''لیکن جمشید... میں بات کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔''

''آپ کی مرضی... اس کے بعد آپ مجھے فون کیجیے گا۔''

''ٹھیک ہے۔''

انہوں نے فون بند کر دیا... پانچ منٹ بعد پروفیسر داؤد نے انہیں فون کیا... وہ کہہ رہے تھے... تم ہی ٹھیک کہتے تھے جمشید... صدر صاحب نے صاف انکار کر دیا ہے... میں آ رہا ہوں... سب سے پہلے سوئی کا جائزہ لیا جائے گا۔''

''ٹھیک ہے۔''

پھر وہ ایک ساتھ نیشنل ہال کے دروازے پر پہنچے:

''جمشید... آؤ... خان رحمان کی گاڑی میں بیٹھ کر پہلے سوئی کو دیکھ لیں... اس کے بعد ہال میں داخل ہوں گے۔''

انہوں نے سر ہلا دیے... اور گاڑی میں آ بیٹھے... اب پروفیسر داؤد نے سوئی پر اپنا کام شروع کیا... پہلے تو انہوں نے اس کا غور سے جائزہ لیا... پھر آلات کے ذریعے اسے چیک کرنے لگے۔ ان کا یہ کام پندرہ منٹ تک جاری رہا... پھر انہوں نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا:

''نہیں جمشید... یہ بالکل عام سی سوئی ہے... اس میں کوئی بات بھی نہیں ہے...''

''تب پھر یہ قالین کے نیچے کیوں تھی پروفیسر صاحب۔''

''قالین بچھاتے وقت گر گئی ہو گی... یا پھر قالین میں الجھی ہوئی آ گئی ہو گی...''

''اوہ ہاں! یہ ہو سکتا ہے... خیر آئیے... ذرا ہال میں چلیں۔''

اب وہ صدر دروازے کی طرف بڑھے... دروازے پر دس کے قریب فوجی کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک کیپٹن کی وردی میں تھا اور غالباً یہی ان کا آفیسر تھا... انہوں نے چونکنے انداز میں ان کی طرف دیکھا... نزدیک پہنچنے پر کیپٹن نے ناخوش گوار انداز میں کہا:

''آپ کون لوگ ہیں... اس طرف آنے کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔''

''اسی لیے تو آ گئے ہیں... میں انسپکٹر جمشید ہوں۔''

''اوہ اچھا... تو پھر؟''

''اور یہ کہ اس ہال کی حفاظت کی ذمے داری مجھے سونپی گئی ہے۔''

''جی نہیں! یہ ذمے داری ہمیں سونپی گئی ہے۔''

''اس کا مطلب ہے... آپ بھی حفاظت کریں گے اور ہم بھی۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''جی نہیں! اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں...'' اس نے سختی سے انکار کیا۔

''اچھی بات ہے... میں آپ سے جھگڑا کرنا مناسب خیال نہیں کرتا... آفیسر جانیں...''

یہ کہ کر انھوں نے آئی جی صاحب کو فون کیا۔ ان کی آواز سنتے ہی وہ بولے۔

''سر! نیشنل ہال کے دروازے پر فوج موجود ہے... فوجی آفیسر کا

کہنا ہے کہ اس ہال کی ذمے داری ہماری ہے... لہٰذا ہم اندر نہیں جا سکتے۔''

''طے یہ ہوا تھا کہ محکمہ سراغرسانی اپنے طور پر نگرانی کرے گا اور فوج کا ادارہ اپنے طور پر یہ کام کرے گا... خیر... میں اوپر بات کرتا ہوں۔''

''میں انتظار کر رہا ہوں سر... دیر کرنا ہمارے لیے نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے... نہ جانے اندر چیکنگ میں کتنا وقت لگ جائے۔''

''تم فکر نہ کرو۔''

اور پھر وہ انتظار کرنے لگے... تین منٹ بعد آئی جی صاحب کا فون موصول ہوا... وہ فکر مندانہ انداز میں کہہ رہے تھے:

''مجھے افسوس ہے جمشید... اس معاملے سے ہمارے محکمے کو الگ کر دیا گیا ہے... ''لہٰذا تم وہاں سے ہٹ آؤ۔

''کیا!!! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں... سر... یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔''

''مجھے خود معلوم نہیں جمشید... یہ کیا ہو رہا ہے... اور کیوں ہو رہا ہے... بہرحال اوپر کی ہدایات یہی ہیں کہ ہمارا محکمہ اس معاملے میں کچھ نہیں کرے گا...''

''تب پھر... سر! میں یہ کام کروں گا...'' انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

''کیا مطلب جمشید... یہ تم نے کیا کہا... اور یہ کیسے ہوسکتا ہے۔''

''سر! یہ معاملہ ہے... ساری دنیا کے اسلامی ملکوں کے سربراہوں کا... ہم خود کو اس ہال سے الگ نہیں کر سکتے۔''

''لیکن جمشید... ہم کیا کر سکتے ہیں...''

''جو مجھ سے ہوگا، وہ کروں گا۔''

''اور اس کی ذمے داری بھی خود تم پر ہوگی۔

''بالکل ٹھیک سر...''

''اچھا جمشید... اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے... اس ملک کی تاریخ تمہیں ہمیشہ یاد رکھے گی... ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں...''

''اور یہ میرے لیے بہت حوصلہ افزا ہے... آپ کا شکریہ!''

فون بند کر کے وہ کیپٹن کی طرف مڑے...

''آپ ٹھیک کہتے تھے... اس ہال کی حفاظت آپ کے ذمے ہے... لہٰذا ہم چلتے ہیں...''

کیپٹن طنزیہ انداز میں مسکرا دیا... پھر اس نے کہا۔

''میرے معاملے میں ٹانگ اڑانے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔''

انسپکٹر جمشید کو ایک جھٹکا سا لگا... لمحے بھر کے لیے ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے... لیکن پھر فوراً یہ بل غائب ہو گئے اور ان کے چہرے پر ایک مسکراہٹ تیر گئی... تب انھوں نے کہا:

''لیکن یہ ٹانگ کسی ذاتی فائدے کے لیے نہیں اڑتی... ہمیشہ ملک اور قوم کے مفاد میں اڑتی ہے... چاہے اس کا اڑنا کسی کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔''

''اس بار پھر تو آپ ٹانگ نہیں اڑا سکیں گے۔''

''ایسی بات نہیں...'' وہ مسکرائے۔

''کیا مطلب؟''

''ہمیں اس ہال کو تباہ ہونے سے بچانا ہے... اگر مجھے یقین ہوتا کہ

آپ یہ کام کرسکیں گے... تو پھر کوئی بات نہیں تھی... لیکن لگتا ہے... ایسا نہیں ہو سکے گا... اور اس کی وجہ ہے۔''

''اور وہ وجہ کیا ہے۔'' وہ ہنسا۔

اس کی ہنسی غصہ دلانے والی تھی... لیکن اس کے باوجود انسپکٹر جمشید غصے میں نہ آئے اور پرسکون آواز میں بولے:

''وجہ یہ ہے کہ آپ اس جگہ کو تلاش کرنے کی کوئی کوشش نہیں کریں گے جہاں بم چھپایا گیا ہے۔''

''کیا مطلب... کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ بم پہلے ہی چھپا دیا گیا ہے۔''

''ہاں جناب... اجلاس کے لیے نیشنل ہال کا نام تجویز ہونے کے فوراً بعد یہ کام کرلیا گیا تھا۔ اب اگر آپ نے بم تلاش کرنے کی کوشش نہ کی... یا کوشش تو کی، لیکن تلاش نہ کر سکے تو پھر سارے مسلمان سربراہ اس عمارت میں دب کر مر جائیں گے... اب آپ دیکھ لیں اور سوچ لیں... آپ کو کیا کرنا ہے۔''

''سنیے جناب! میری ڈیوٹی دروازے تک ہے... اندر جانے والے ہر شخص کی تلاشی لینا میرا کام ہے... اور بس... باقی رہا اندر کی تلاشی کا سوال... وہ ہمارے کرنل صاحب کر رہے ہیں... اندر اگر بم پہلے ہی رکھ دیا گیا ہے... تو وہ اسے ضرور تلاش کرلیں گے... لہٰذا آپ جا سکتے ہیں... اور یہ بھی سن لیں، ہمارے کرنل صاحب انتظامی معاملات میں بہت زیادہ سخت ہیں... کسی کی دخل اندازی کو قطعاً برداشت نہیں کرتے... کیا سمجھے۔''

''سمجھ گیا... ایک بات آپ بھی یاد رکھیں... اگر انھوں نے بم تلاش

کرلیاتو...''

ایسے میں اندر ایک فائر کی آواز سنائی دی... وہ بہت زور سے اچھلے... آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی... دروازے پر موجود کیپٹن اور اس کے ماتحت چوکنے ہوگئے... انھوں نے اپنی رائفلیں اور پستول سنبھال لیے... ساتھ ہی دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی...

☆☆☆☆☆

بم

کیپٹن اوراس کے ماتحتوں نے فوراً پوزیشن لے لی...

''آپ ایک طرف ہو جائیں... لپیٹ میں آکر مارے نہ جائیں۔''

''ایسا نہیں ہوگا۔'' انسپکٹر جمشید پرسکون انداز میں بولے اور اپنی جگہ کھڑے رہے...

اسی وقت دوڑتے قدموں کی آواز نزدیک آگئی... اور چند فوجی باہر نکل آئے...

''وہ مارا سر... مبارک ہو۔'' ایک فوجی نے چلانے کے انداز میں کہا۔

''کیا مطلب... کیا ہوا؟''

''کرنل صاحب نے بم تلاش کرلیا ہے... اب کوئی خطرہ باقی نہیں رہا۔''

''واہ... یہ ہوئی نا بات... سنا آپ نے مسٹر... انسپکٹر جمشید۔'' اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''ہاں! سن لیا... آپ کو مبارک ہو... آپ کے کرنل صاحب کو بھی مبارک ہو... ان سے میرے لیے اجازت لے دیں... میں بھی اس زبردست کامیابی پر انھیں مبارک باد دے کر وہاں سے رخصت ہو جانا چاہتا ہوں... اس میں شک نہیں... کرنل صاحب کا یہ کارنامہ سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔''

''اچھی بات ہے... میں ان سے بات کرتا ہوں... اگر انھوں نے پسند کیا تو آپ کو بلالیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔''

کیپٹن نے اسی وقت وائرلیس پر بات کی...

''سر! باہر انسپکٹر جمشید موجود ہیں... یہ کچھ دیر پہلے آئے تھے... اندر کی تلاشی لینے کے سلسلے میں۔ لیکن میں نے انھیں اندر نہیں آنے دیا... انھیں بتا دیا کہ اندر آپ موجود ہیں اور اپنا کام کر رہے ہیں۔ ایسے میں فائر ہوا... اور پھر آپ کی طرف سے ہمیں خوشی کی خبر ملی کہ بم تلاش کر لیا گیا ہے... یہ بھی ہمیں اس کامیابی پر مبارک باد دے رہے ہیں اور آپ سے بھی ملنا چاہتے ہیں... تاکہ اس شان دار کامیابی پر مبارک باد دیں اور رخصت ہو جائیں... کیا انھیں اندر بھیج دیا جائے۔''

دوسری طرف کا جواب سن کر اس نے فون بند کر دیا اور ان سے بولا۔

''آپ جا سکتے ہیں... کرنل باغ میں موجود ہیں... باغ عمارت کے پچھلی طرف ہے... سردار خان... تم انھیں لے جاؤ۔''

''او کے سر... آیئے جناب۔''

وہ انھیں لے چلا... باغ میں داخل ہوتے ہی انھوں نے کرنل کی وردی میں ایک لمبے چوڑے آدمی کو دیکھا... اس کے چہرے کے نقوش بہت سخت تھے... اس کا رخ انھیں کی طرف تھا... وہ انھیں عجیب سی نظروں سے دیکھ رہا تھا... انسپکٹر جمشید نے ان کے چہرے کی طرف دیکھا تو نہ جانے کیوں... ان کا دل دھک کرنے لگا... وہ زور سے چہکا۔

''آیئے انسپکٹر جمشید... آیئے... اوہو... آپ کے ساتھ تو پروفیسر داؤد اور خان رحمان بھی ہیں... یہ دیکھ کر خوشی ہوئی... یہ ہے وہ بم... جو عمارت میں چھپایا گیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ بم بہت ہولناک ہے... تباہ کن ہے... اگر یہ عین وقت پر پھٹ جاتا تو بس...'' یہاں تک کہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

''آپ کی کامیابی شان دار ہے... ہم آپ کو مبارک باد دینے چلے آئے تھے... ہمیں معلوم نہیں تھا کہ یہاں کی حفاظت صرف فوج کو سونپ دی گئی ہے... ورنہ پہلے فیصلہ یہی ہوا تھا کہ میرا محکمہ اپنے طور پر حفاظت کرے گا... اور آپ کا اپنے طور پر... اسی لیے ہم یہاں آئے تھے... اور اب جا رہے ہیں... امید ہے، آپ نے محسوس نہیں کیا ہوگا۔''

''میں تو بہت زیادہ خوشی محسوس کر رہا ہوں۔''

انھوں نے کرنل سے ہاتھ ملایا اور باہر کی طرف چل پڑے... خان رحمان کی بڑی گاڑی میں بیٹھ کر وہ گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

''کیا آپ کا اطمینان ہو گیا ابا جان؟'' فرزانہ نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''نہیں!'' وہ بولے۔

''کیا کہا آپ نے... آپ کا اطمینان نہیں ہوا؟'' فرزانہ نے تائید کے انداز میں پوچھا۔

''ہاں! میں نے یہی کہا ہے... میرا اطمینان نہیں ہوا۔''

''جب کہ آپ برآمد ہونے والے بم کو دیکھ چکے ہیں۔''

''ہاں! یہی بات ہے... میں اس بم کو دیکھ چکا ہوں... لیکن میرا اطمینان نہیں ہوا... سوال تو یہ ہے... کہ تم اس حد تک کیوں پریشان ہو۔''

''اس لیے کہ میں بھی بے اطمینانی محسوس کر رہا ہوں...''

''ہوں... خیر... تم فکر نہ کرو... ہم سے جو ہو سکا... ہم کریں گے... چاہے ہمیں جان کی بازی کیوں نہ لگانی پڑے۔''

''کیا مطلب جمشید۔'' پروفیسر داؤد نے بوکھلا کر کہا۔

''آپ کس بات پر بوکھلائے؟''

''بم مل جانے کی صورت میں اب ہم جان کی بازی کس لیے لگائیں گے بھلا...''

''مجھے ایک عجیب سا احساس ہو رہا ہے... ذرا سوچیں پروفیسر صاحب... کیا بم چھپانے والے اتنے ہی اناڑی تھے... کہ ان کا چھپایا ہوا بم اس قدر آسانی سے مل گیا... جب کہ ہماری اطلاعات کے مطابق یہ کام ضرب کے نشان والی تنظیم کا ہے... اور یہ تنظیم اپنے کام میں اتنی کچی نہیں ہے۔'' انسپکٹر جمشید روانی کے عالم میں کہتے چلے گئے۔

''تب پھر جمشید... اب کیا پروگرام ہے۔''

''مجھے ایک فون کا انتظار ہے...''

''جی... آپ کو ایک فون کا انتظار ہے...''

''ہاں! لیکن فی الحال میں بتا نہیں سکتا... کہ کس کے فون کا...''

اور پھر جونہی وہ گھر میں داخل ہوئے... موبائل کی گھنٹی بجی...

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا:

''لیجیے آ گیا فون۔''

انسپکٹر جمشید نے فوراً موبائل کان سے لگالیا... دوسری طرف سے ان کا وہی پراسرار ہمدرد تھا... جو اس سے پہلے انھیں خطرے کی خبر سنا تا رہا تھا اور جس کی نشان دہی پر وہ کئی راتوں سے گھر میں نہیں سوئے تھے... ان لوگوں کے خوف سے نہیں... بلکہ یہ جاننے کے لیے کہ وہ چاہتے کیا ہیں... یا ان کا پروگرام کیا ہے... اب وہی ہمدرد پھر بات کر رہا تھا... انسپکٹر جمشید اس کی بات سنتے رہے... آخر انھوں نے کہا:

''کیا آپ کسی طرح مجھ سے ملاقات کر سکتے ہیں۔''

''نہیں... یہ ناممکن ہے... ان لوگوں کو فوراً معلوم ہو جائے گا... اور پھر میرا مارا جانا یقینی ہے۔''

''میں ایسا نہیں سمجھتا... میرے پاس ایک تجویز ہے... خدا کے لیے آپ میری تجویز مان لیں... آپ کی حفاظت کی ذمے داری میں لیتا ہوں۔''

''پہلے آپ تجویز بتائیں...''

''کیا آپ رات کو بھی ڈیوٹی پر ہوتے ہیں۔''

''نہیں... میں صرف دن کے وقت ڈیوٹی پر ہوتا ہوں...''

''پھر تو ہماری ملاقات آسان ہے... آپ کو گھر سے نکلنے کی ضرورت نہیں... میرا مطلب ہے... آپ کو ملاقات کے لیے میرے پاس آنا نہیں پڑے گا... میں خود آپ کے پاس آؤں گا۔''

''اوہ ہاں... اس صورت میں ملاقات ممکن ہے... لیکن صرف رات کی تاریکی میں... اس وقت تک انھیں مجھ پر کوئی شک نہیں... وہ مجھے خالص اپنا آدمی خیال کرتے ہیں...''

''یہ اچھا ہے... آپ اپنا پتا لکھوائیں۔''

اس نے پتا بتا دیا... نوٹ کرنے کے بعد انھوں نے کہا۔

''آج رات کے ٹھیک ایک بجے۔''

''ٹھیک ہے۔''

فون بند کر کے وہ ان کی طرف مڑے... اس وقت فرزانہ بولی:

''یہ آپ کے خلاف سازش بھی ہو سکتی ہے... ہو سکتا ہے... یہ شخص اپنے باس کے اشاروں کے مطابق آپ کا ہمدرد بنا ہو۔'' فرزانہ نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''اس پہلو پر میری نظر ہے... تم پریشان نہ ہو۔'' وہ مسکرائے۔

''کیا آپ اس سے ملنے کے لیے اکیلے جائیں گے...''

''میں تم لوگوں کو ساتھ لے کر جاؤں گا... لیکن ملاقات صرف میں کروں گا... تم باہر ہی ٹھہرو گے، ہاں اس نے اجازت دی تو تمھیں اندر بلا لوں گا۔''

''پتا نہیں جمشید... کیا بات ہے... مجھے ڈر لگ رہا ہے۔'' پروفیسر بولے۔

''اور مجھے بھی... یہ ضرور ہم لوگوں کے خلاف کوئی چال ہے۔'' خان رحمان بولے۔

''اب جو بھی ہو... ہمیں اس پر اسرار ہمدرد سے ملاقات کرنا پڑے گی۔''

اور پھر وہ اسی رات ایک بجے اس پتے پر پہنچ گئے۔ یہ ایک درمیانے درجے کا گھر تھا... وہ اس سے کچھ فاصلے پر کار سے اترے اور پھر صرف محمود دروازے پر آیا، باقی وہیں رک گئے... اب انہیں ہر قدم پھونک پھونک کر اٹھانا تھا... محمود نے ذرا آہستہ انداز میں دستک دی... اس نے ادھر ادھر دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی، کیونکہ یہ کام اس کے ساتھیوں کو کرنا تھا... اور کرنا بھی تھا پوشیدہ طور پر...

اندر سے کوئی جواب نہ ملنے پر اس نے دوبارہ دستک دی... پھر تیسری بار دستک دی... آخر دروازہ کھل گیا اور تیس پینتس سال کی عمر کے ایک شخص کی صورت دکھائی دی:

''فرمائیے... آپ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔''

''میرا نام محمود ہے... میرے والد صاحب نے آپ سے ملاقات کا وقت طے کیا تھا... اندر کوئی گڑبڑ تو نہیں ہے۔''

''جی نہیں... اللہ کی مہربانی سے اندر ہر طرح خیریت ہے... وہ کہاں ہیں؟''

''یہاں سے چند قدم دور... احتیاط کا تقاضا یہی تھا کہ ہم سب ایک ساتھ اندر داخل نہ ہوں۔''

''ہوں... ٹھیک ہے... آپ انہیں بلا لیں... کوئی خطرہ نہیں ہے۔''

محمود نے ہاتھ سے اشارہ کیا... سب لوگ تیر کی طرح

دروازے کی طرف آئے اور فوراً اندر داخل ہو گئے... ساتھ ہی انہوں نے دروازہ بند کرلیا...

''آپ... آپ انسپکٹر جمشید ہیں نا۔'' اس نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں! اور آپ ہیں ارشاد حلیمی۔''

''جی... جی ہاں...''

''میں آپ کا شکر گزار ہوں... آپ مجھے کئی دن تک برابر خطرے سے خبردار کرتے رہے ہیں... آیئے... پہلے اندر چل کر بیٹھ جائیں... پھر بات کرتے ہیں...''

وہ اندرونی کمرے میں آ گئے... اس کمرے کا دروازہ بھی انہوں نے بند کر دیا... اب انسپکٹر جمشید نے اکرام کے نمبر ملائے:

''ہاں اکرام! کیا رپورٹ ہے۔''

''سر... آپ لوگوں کا کسی نے تعاقب نہیں کیا... نہ اس مکان کے آس پاس کوئی مشکوک آدمی نظر آیا... اب ہم اس مکان کے دروازے سے کچھ فاصلے پر موجود ہیں اور اس کے پچھلی طرف بھی ہیں... اگر کسی نے اس کا رخ کرنے کی کوشش کی تو ہم آپ کو فوراً خبر کر دیں گے... اور اس کا راستہ روک لیں گے۔''

''ہوں... شکریہ!''

اب وہ ارشاد حلیمی کی طرف مڑے:

''مطلب یہ کہ آپ نیشنل ہال میں ملازم ہیں۔''

''جی ہاں! میرے ذمے اس کی صفائی کا کام ہے... صفائی پر تین

آدمی اور مقرر ہیں... بس میں ذرا اپنے ملک سے بہت محبت کرتا ہوں... اس کے خلاف کوئی شخص کوئی اقدام کرے... یہ میں برداشت نہیں کر پاتا... صفائی کے دوران میرے کانوں میں ان کی باتوں کی بھنک پڑ گئی... وہ کہ رہے تھے... اگر انسپکٹر جمشید کا کانٹا نکال دیا جائے تو پھر ہمارا کام آسان ہے... جواب میں کہا گیا، یہ کیا مشکل ہے... ایک دو دن میں اس کی موت کی خبر سن لو گے... بس میں نے یہ الفاظ سنے تو پریشان ہو گیا... اور میں نے آپ کو فون کر دیا... دوسرے دن وہ پھر باتیں کر رہے تھے... کہ رات انسپکٹر جمشید غائب رہے ہیں... لہٰذا آج سہی... سو میں نے آپ کو پھر فون کر دیا... اسی طرح چند دن تک یہی ہوتا رہا... یہاں تک کہ آج خود آپ نے یہاں آنے کا پروگرام بنا لیا ۔''

''ہاں! آپ کا شکریہ! اس میں شک نہیں کہ آپ بہت اچھے آدمی ہیں... آپ کو فکر مند نہیں ہونا چاہیے... ہم اپنی جان سے زیادہ آپ کی حفاظت کریں گے... اس سے پہلے کہ کوئی دشمن آپ تک پہنچے... ہم اس کے راستے میں آجائیں گے... اور جان کی بازی لگا دیں گے... لیکن پہلے آپ ہماری حیرت دور کریں... اس سازش کا نیشنل ہال میں کام کرنے والے ملازمین سے کیا تعلق ہے، یہ تو ایسا لگتا ہے جیسے ساری سازش ہال میں تیار کی گئی ہے۔''

''یہ مجھے معلوم نہیں... یہ معلوم کرنا آپ کا کام ہے... آپ تو مجھے یہ بتائیں... اب آپ کی تجویز کیا ہے۔'' اس نے جلدی سے کہا۔

انسپکٹر جمشید چند لمحے تک اس کی طرف غور سے دیکھتے رہے... شاید وہ اندازہ لگانا چاہتے تھے کہ یہ شخص کس حد تک قابلِ اعتبار ہے... آخر

انہوں نے کہا:

''ٹھیک ہے... اگر آپ پوری طرح ہمارا ساتھ دینا چاہتے ہیں تو میری تجویز پر عمل کرنا ہوگا۔''

''میں تیار ہوں... آپ کیا چاہتے ہیں۔''

انسپکٹر جمشید نے جب اسے بتایا کہ وہ کیا چاہتے ہیں... تو اس کے چہرے پر حیرت دوڑ گئی۔ پھر اس نے کہا:

''اچھی بات ہے... میں یہ سارا معاملہ آپ پر چھوڑتا ہوں۔''

''بس تو پھر... تیار ہو جائیں... ہمیں ابھی اور اسی وقت سے اپنا کام شروع کرنا ہے۔''

''جی کیا مطلب؟''

وہ اسے اپنے تجویز کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگے... اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

☆☆☆☆☆

مسکراہٹ

''کیا مطلب... میں اپنے گھر میں نہیں رہ سکوں گا...'' وہ چونک کر بولا۔

''ہاں! مجبوری ہے... آپ کی حفاظت کی طرف سے ہم اسی صورت میں بے فکر ہو سکتے ہیں۔''

''اچھی بات ہے... جیسے آپ کی مرضی۔''

اب انسپکٹر جمشید نے خفیہ فورس کے انچارج کو فون کیا اور اسے ہدیات دیں... وہ پندرہ منٹ کے اندر وہاں پہنچ گیا... جلد ہی ارشاد حلیمی کو اس کے ساتھ بھیج دیا گیا۔

''اب یہ گھر ہمارا ہیڈ کوارٹر ہو گا۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''حیرت ہے، کمال ہے، آپ اس گھر کو ہیڈ کوارٹر بنا رہے ہیں۔'' فاروق بولا۔

''مطلب یہ کہ ہمیں نو تاریخ تک یہیں ٹھہرنا ہو گا...''

''اچھی بات ہے... یونہی سہی... ویسے کیا آپ کو یقین ہے... آپ کو کامیابی حاصل ہو جائے گی...''

''اللہ نے چاہا تو...''

''لیکن...''محمود نے کچھ کہنا چاہا۔

''بس بس... اپنے لیکن کو اپنے پاس رہنے دو... میں جانتا ہوں... تم کیا کہنا چاہتے ہو... آرام کرو... رات زیادہ ہوگئی ہے...'' انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ واقعی آرام کرنے کے لیے اٹھ گئے... جب کمرے میں صرف انسپکٹر جمشید رہ گئے، تب انھوں نے اپنا کام شروع کیا... دن نکلنے سے پہلے وہ اس کام سے فارغ ہوئے۔ ناشتے کے بعد وہ اکیلے گھر سے نکلے۔ ان کے پاس اپنی موٹر سائیکل تھی... وہ اس پر سوار ہوکر وہ نیشنل ہال کی طرف روانہ ہوئے... وہاں پہنچ کر انھوں نے موٹر سائیکل سٹینڈ پر کھڑی کی اور عمارت کے صدر دروازے کی طرف چلے... پہرے دار فوجیوں نے اس کی طرف دیکھا تو انھوں نے جیب سے اپنا کارڈ نکال کر دکھا دیا... فوجیوں نے ان کی اچھی طرح تلاشی لی اور کہا...

''ٹھیک ہے... جاؤ...''

اور وہ ان کے سامنے سے ہوکر اندر چلے گئے... دل ہی دل میں وہ بار بار مسکرا رہے تھے... ایسے میں عمارت کا منیجر ان کے سامنے آ گیا... اس نے چونک کر کہا۔

''ارشاد حلیمی... آج کیا بات ہے... کچھ بدلے بدلے نظر آ رہے ہو۔''

''نہیں تو سر...'' وہ پرسکون آواز میں بولے۔

''نہیں تو سر کیا... ارے بھئی! میں جو کہ رہا ہوں... کہ تم کچھ

بدلے بدلے نظر آرہے ہو... اچھا آؤ... میں تمھیں اپنی بات کی تصدیق کر کے دکھا دیتا ہوں۔''

''چلیے سر... دکھایئے، کیا دکھانا چاہتے ہیں۔''

منیجر نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا... اور چلے... ایک سمت میں... وہ چلتے رہے... آخر وہ انھیں لیے ایک کمرے میں داخل ہوئے... اندر پانچ آدمی موجود تھے... وہ کرسیوں پر ایک میز کے گرد بیٹھے تھے... کمرہ کافی بڑا تھا۔

''بھائی لوگ، ذرا ارشاد حلیمی کو دیکھنا... کیا یہ بدلا بدلا نظر نہیں آرہا ہے۔''

وہ یک دم اس کی طرف مڑے... چند لمحے تک وہ انھیں غور سے دیکھتے رہے... پھر بے ساختہ ہنسنے لگے... ان کی ہنسی طویل ہوتی چلی گئی... یہاں تک کہ ان کی آنکھوں میں پانی آگیا... آخر ان میں سے ایک نے کہا:

''یہ... یہ ارشاد حلیمی ہے!''

''کیا واقعی... یہ ارشاد حلیمی ہے۔'' دوسرا بولا...

''ارے نہیں... ایسا بھی کیا مذاق... یہ ارشاد حلیمی نہیں ہیں... اگر یہ ارشاد حلیمی ہوتے تو مجھے دیکھتے ہی اپنا خاص جملہ ضرور دہراتے...''

''خاص جملہ!'' وہ سب ایک ساتھ بولے۔

''ہاں! خاص جملہ... بھلا ارشاد حلیمی صاحب... آپ جب مجھ سے ملتے ہیں تو کیا جملہ دہراتے ہیں۔''

''خوش رہیں... بھائیا صاحب۔'' انھوں نے فوراً کہا۔

''ارے ہائیں... یہ تو واقعی ارشاد حلیمی ہیں... میں سمجھا تھا... ان

کے میک اپ میں یہاں انسپکٹر جمشید آئے ہیں۔''

''کیا مطلب؟'' وہ بری طرح چونکے۔

''کوئی ہے... جو ارشاد حلیمی صاحب کو میری بات کا مطلب بتائے۔''

''ہاں! کیوں نہیں... سر... جتنا مطلب آپ کہیں، بتا دیں۔'' ان پانچ میں سے ایک نے کہا۔

''اب اتنا زیادہ بھی نہ بتا دینا کہ بے چارے پریشان ہو جائیں۔''

''کم از کم ان کے چہرے سے میک اپ تو اتارنا ہوگا... تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے... ارشاد حلیمی کے میک اپ میں انسپکٹر جمشید ہمارے ساتھ موجود ہیں۔''

''مطلب یہ کہ انسپکٹر جمشید ہمارے قابو میں آ گئے ہیں... اور یہی ہمارا پروگرام تھا... انسپکٹر صاحب اپنے ماتحت کو فون کریں... کہ وہ ارشاد حلیمی کو خفیہ ٹھکانے سے ہماری طرف آ جانے دیں... آپ پوری طرح ہمارے قابو میں ہیں۔''

''کیا... واقعی۔'' انسپکٹر جمشید نے کندھے اچکائے۔

''آپ شاید اس خیال میں مست تھے کہ ہمیں چکر دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں... جب کہ بات اس کے الٹ ہے... چکر میں آپ کو ہم لائے ہیں... اور ہمارے پاس اس کا ثبوت موجود ہے۔''

''اچھا... وہ کیسے، ذرا میں بھی تو سنوں...'' وہ مسکرائے۔

''ابھی دکھا دیتے ہیں... آپ پہلے اپنی خفیہ فورس کے اس کارکن کو فون کریں جس کے ذمے ارشاد حلیمی کی حفاظت کا کام سونپا گیا ہے۔''

''اوہو! تو آپ کو یہ بھی معلوم ہے۔''

''ہمیں تو وہ باتیں بھی معلوم ہیں جو آپ کو معلوم نہیں۔'' وہ ہنسا۔

''اچھی بات ہے... میں ارشاد حلیمی کو یہیں بلوا لیتا ہوں... لیکن آپ یہ بھی تو بتائیں پروگرام کیا ہے...''

''ارے بھئی انسپکٹر صاحب... پروگرام کیا ہونا... یہاں کسی نے انسپکٹر جمشید کو تو آتے دیکھا نہیں... لہٰذا یہاں سے کوئی انہیں نکلتے ہوئے کس طرح دیکھ سکتا ہے... مطلب یہ کہ یہ ہال ان سربراہوں کا مقبرہ تو بنے گا ہی... انسپکٹر جمشید کی آخری آرام گاہ بھی ثابت ہوگا۔''

''حد ہوگئی... بھئی ایسا بھی کیا... اتنی بھی کیا بے رحمی۔'' دوسرے نے مذاق اڑانے کے انداز میں کہا۔

''اور انسپکٹر جمشید صاحب... آپ صرف اتنا کہیں گے... ارشاد حلیمی کو نیشنل ہال کی طرف بھیج دیں... بس... اس سے زاید اگر آپ نے کچھ کہا تو...'' وہ کہتے کہتے رک گیا۔

''تو کیا...'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''تو آپ کی زندگی کا چراغ اسی لمحے گل کر دیا جائے گا... آپ اس وقت چاروں طرف سے زد میں ہیں...''

''اچھی بات ہے... میں بس اتنا ہی کہوں گا... جتنا کہ آپ نے بتایا ہے... اور فرمائیں۔''

''یہی کافی ہے... کریں فون۔''

انہوں نے خفیہ فورس کے انچارج کے نمبر ملائے اور بولے:

''نمبر ایک... ارشاد حلیمی کو نیشنل ہال بھیج دیں۔''

''او کے سر۔'' دوسری طرف سے کہا گیا۔

انہوں نے فون بند کر دیا:

''خوب خوب... انسپکٹر جمشید... آپ آج بہت بُرے پھنسے... ہم نے آپ کے لیے کس قدر خوب صورت جال بچھایا... آپ اس میں پھنس گئے۔''

''کیا آپ وضاحت کرنا پسند کریں گے۔''

''اوہ ہاں! کیوں نہیں... اب آپ پوری طرح ہمارے قابو میں ہیں... یوں بھی بالکل اکیلے ہیں... یہاں آپ کا یار و مددگار کوئی نہیں۔''

''ہاں! میں دیکھ رہا ہوں... لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ جس ہال کو بم سے اڑانا ہے... اسی ہال میں آپ لوگ موجود ہیں... آخر یہ چکر کیا ہے۔''

''اس سے ہمیں کیا فرق پڑے گا... ہال اڑے گا... اسلامی سربراہ بھی اڑیں گے... ہمارا کیا جائے گا... مزے کی بات یہ کہ ہم آزاد رہیں گے... کوئی ہم پر شک نہیں کر سکے گا...''

''میں نے تو یہ پوچھا ہے کہ آپ لوگوں کا اس ہال سے کیا تعلق... یہ ایک سرکاری ہال ہے... یہاں صرف سرکاری اور بین الاقوامی تقریبات ہوتی ہیں... یہ ہال آپ لوگوں کے قبضے میں کیسے آ گیا...''

''ہاہاہا... آپ ضرب کے نشان والی تنظیم کو سمجھتے کیا ہیں... وہ جہاں اپنے پنجے گاڑنا چاہتی ہے... گاڑ لیتی ہے... اس کے لیے یہ کام مشکل نہیں ہوتا... اس ہال پر تو اس کی بہت مدت سے نظر تھی... پروگرام یہ تھا کہ سرکاری سطح پر یہاں سے آہستہ آہستہ محبّ وطن لوگوں کو ہٹا دیا جائے... ان کے تبادلے

کرا دیے جائیں اور اپنے ہم خیال... یعنی اس ملک سے دشمنی کرنے والے لوگ وہاں فٹ کر دیے جائیں... اب چونکہ یہ پروگرام بہت مدت پہلے شروع ہوا تھا... اس لیے اس وقت اس ہال پر ضرب والی تنظیم کا مکمل قبضہ ہے...''

''اوہ... اوہ۔'' مارے حیرت کے انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

''ہاں جناب! ان حالات میں ہم یہاں کیا نہیں کر سکتے۔''

''اور فوج نے جو بم یہاں سے برآمد کیا ہے۔''

''وہ سب ہمارا ڈرامہ تھا... آپ لوگوں کو اطمینان دلانے کے لیے کام کیا گیا تھا... تاکہ آپ ہال کی طرف سے بے فکر ہو جائیں... ورنہ جو بم پھٹے گا... وہ تو یہاں موجود ہے۔''

''اُف مالک! یہ میں کیا سن رہا ہوں۔''

ایسے میں بھاری قدموں کی آواز سنائی دی... منیجر نے نظریں اس طرف گھمائیں... پھر چہک کر بولا:

''آہا... انسپکٹر جمشید کے پراسرار ہمدرد چلے آ رہے ہیں... انسپکٹر صاحب کو ان سے مل کر ضرور خوشی ہوگی، کیونکہ ارشاد حلیمی کو ان کے دل میں جگہ بنانے کے لیے بہت کوشش کرنا پڑی ہے... اور انہی کے ذریعے ہم انسپکٹر جمشید کو یہاں لانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔''

''نن... نہیں۔'' مارے خوف کے انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

انہوں نے دیکھا... ارشاد حلیمی چلا آ رہا تھا... اس کے چہرے پر ایک گہری طنزیہ مسکراہٹ تھی...

☆☆☆☆☆

سرخی

''آخر میں آپ کو شیشے میں اتارنے میں کامیاب ہوگیا ۔آپ میرے جال میں آ گئے اور اب یہاں مقررہ وقت پر ہماری مرضی کے مطابق کام ہوگا... باس آپ کا جواب نہیں... ''نزدیک آنے پر ارشاد حلیمی بولا:

''باس۔'' انسپکٹر جمشید کے گلے میں آواز گویا پھنس گئی۔

''ہاں! یہی ہمارے باس ہیں... ویسے ہم انہیں دوسروں کے سامنے منیجر کہتے ہیں... اور اب میں آپ کو کیا کیا بتاؤں... آپ کو تو ہم پوری طرح اُلو بنانے میں کامیاب ہو گئے ہیں... ہمارے باس ہی دراصل اس ملک میں ضرب کے نشان والی تنظیم کے باس ہیں۔''

''کیا!!!'' وہ چلا اٹھے۔

''کیوں... کیا انکشاف ہے... ہوگئی ناسٹی گم۔''

''کک... کیا واقعی... یہ اس تنظیم کے باس ہیں؟'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''ہاں بالکل... یہ بازی آپ مکمل طور پر ہار گئے ہیں اور آج گمنامی

کی حالت میں مر رہے ہیں... آپ کو بچانے کے لیے بھی کوئی نہیں آئے گا... اور اس عمارت میں تمام مسلم سربراہ بھی موت کی نیند سو جائیں گے... اس کے بعد ہمارا راستہ صاف ہے۔"

"ہوں... کہانی واقعی زبردست ہے... لیکن اس کا ایک اور رخ بھی ہے... اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو اس رخ کے بارے میں بتا دوں۔"

"کہانی کا رخ کیا مطلب؟" ارشاد حلیمی نے چونک کر کہا۔

"جس طرح تصویر کے دو رخ ہوتے ہیں نا... اسی طرح اس کہانی کے بھی دو رخ ہیں... ایک رخ وہ ہے... جو تم لوگوں نے بیان کیا ہے... دوسرا رخ وہ ہے... جو میں بیان کرنے لگا ہوں... اور یہ رخ تمہارے لیے خوش گوار رخ نہیں ہے... بلکہ دردناک رخ ہے... لہٰذا ذرا دل تھام کر سنو۔"

"کیا بے معنی باتیں کر رہے ہیں... موت کو اس قدر نزدیک دیکھ کر بدحواس تو نہیں ہو گئے۔" باس ہنسا۔

"موت کو ہم نے ان گنت مرتبہ اس سے بھی بہت نزدیک سے دیکھا ہے... لہٰذا آج کیوں بدحواس ہوں گے... اس کہانی کا واقعی ایک اور رخ ہے... اور جب وہ رخ تم لوگوں کے سامنے آئے گا، اس وقت معلوم ہو گا... موت کس کی نزدیک ہے اور کتنی نزدیک ہے... کیا خیال ہے... اب میں اپنی کہانی شروع کروں۔"

"ضرور کیوں نہیں... ذرا ہم بھی تو سنیں... آخر وہ کہانی ہے کیا؟" ارشاد حلیمی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"بات یہ ہے کہ تم یہ بازی مکمل طور پر ہار چکے ہو... ہمیں دراصل اپنے ملک میں اس تنظیم کا سراغ لگانا تھا... جسے عرفِ عام میں ضرب کا نشان

والی تنظیم کہا جاتا ہے... اس تنظیم کا کوئی نام بھی آج تک سامنے نہیں آیا تھا... بس اس کا ایک نشان ہے اور وہ ہے ضرب کا نشان... اس تنظیم کی بہت سی وارداتیں پولیس کے علم میں آئیں... عام لوگ تو ان وارداتوں کو لوٹ مار کی وارداتیں سمجھتے رہے ہوں گے، لیکن جب ہم نے غور کیا... خوب جائزہ لیا تو پتا چلا... یہ لوگ چن چن ایسے لوگوں کو مار رہے ہیں... جو اسلام کے لیے اپنے دلوں میں ایک خاص تڑپ رکھتے ہیں، جو مسلمانوں کو جگانا چاہتے ہیں... انہیں ایک انقلاب کے لیے تیار کرنا چاہتے ہیں اور جو یہ چاہتے ہیں کہ پوری دنیا کے مسلمان ایک ہو جائیں... بس یہ تنظیم ایسے لوگوں کی خاص دشمن ہے... جب ہم اس نتیجے پر پہنچ گئے... اور یہ بات بھی ثابت تھی کہ ابھی تک ان کا کوئی فرد گرفتار نہیں ہوا... اور یہی وجہ ہے کہ آج تک ان کا کوئی سراغ نہیں لگ سکا تو ہم نے سوچا... غور کیا کہ کس طرح ان کا سراغ لگایا جائے... کیسے ان کے پاس تک پہنچا جائے... اور آخر میں نے افسرانِ بالا کو ایک تجویز دی..." یہاں تک کہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے... اور لگے ان کی طرف غور سے دیکھنے۔

"اور وہ تجویز کیا تھی... ویسے اس میں شک نہیں کہ آپ کی کہانی ہے بہت دلچسپ۔"

"مزہ آ رہا ہے نا" انسپکٹر جمشید نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں! بہت۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"تب پھر سنیے تجویز... آپ کو اور زیادہ مزہ آئے گا... میں نے تجویز پیش کی... اپنے ملک میں تمام اسلامی براہوں کا ایک اجلاس رکھا جائے... اب ظاہر ہے، یہ موقع ضرب کی تنظیم کے لیے سنہری موقع ہوگا... جو لوگ ہیں ہی اسلام دشمن... اور مسلمانوں کو چن چن کر ہلاک کرنے والے، وہ

بھلا اس موقعے سے کیوں فائدہ نہیں اٹھانا چاہیں گے... وہ تو فوراً حرکت میں آ جائیں گے... اور ایک عدد منصوبہ ترتیب دے ڈالیں گے اور ظاہر ہے، وہ منصوبہ یہی ہوگا کہ پورے ہال ہی کو اڑا دیا جائے... اس سے بہتر اور مزے کی بات بھلا ان لوگوں کے لیے اور کیا ہو سکتی تھی... اب ظاہر ہے... ہمیں تو اس منصوبہ کا پہلے سے علم تھا... ہم نے بھی یہ طے کیا کہ میں آئی جی صاحب اور صدر صاحب وغیرہ سے بظاہر خفیہ میٹنگیں کروں... ظاہر ہے... تم لوگ ہماری بات چیت سننے کا بھی کوئی پروگرام ترتیب دو گے... تا کہ ہمارے پورے پروگرام سے باخبر رہیں... سو اس طرح انھیں اپنی بات چیت سنائی بھی گئی... نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی پوری توجہ نیشنل ہال کی طرف ہوگئی... اب یہ اور بات ہے کہ نیشنل ہال پر تم پہلے ہی غیر محسوس طور پر قبضہ جمائے ہوئے تھے... اور ہم پر ہنس رہے تھے... اپنی کامیابی پر خوش ہو رہے تھے... اپنی ضرورت کے پیش نظر تم لوگوں نے میرا ایک ہمدرد بھی پیدا کیا... اس نے خفیہ طور پر مجھے فون کرنا شروع کیا... اس نے بتایا کہ کچھ لوگ نیشنل ہال کو اڑا دینے کا منصوبہ ترتیب دے چکے ہیں... اور یہ کہ وہ خود بھی ان میں شامل ہے... لیکن اس ہولناک پروگرام میں ان کا ساتھ نہیں دے سکتا... لہٰذا وہ ان کا ساتھ دینا چاہتا ہے... تا کہ عین وقت پر ہم اس منصوبے کو فیل کر دیں اور اس کے بدلے میں وہ اسے گرفتار نہ کریں... میں اس ہمدرد کی ہاں میں ہاں ملاتا رہا... تا کہ تم لوگوں کو یقین ہو جائے... ہم تمھارے جال میں مکمل طور پر آتے جا رہے ہیں... اور بالکل اسی طرح ہوا... لہٰذا میں نے پھر ارشاد حلیمی صاحب سے ملاقات کی... کئی راتوں تک غائب بھی رہا تا کہ ان کا ردِ عمل جان سکوں... میرے غائب رہنے پر پراسرار ہمدرد صاحب بہت پریشان ہوئے... بلکہ یہ سبھی پریشان رہے... آخر میں دفتر میں

پہنچ گیا... دیکھنا چاہتا تھا... دفتر میں کون تمہارا آدمی ہے... ظاہر ہے، وہ فوراً تمہیں بتاتا کہ انسپکٹر جمشید دفتر میں آ گئے ہیں... چنانچہ فوراً ہی پراسرار ہمدرد نے رابطہ کیا... اس طرح وہ دشمن بھی ہماری نظروں میں آ گیا... جو صرف تم لوگوں کا آدمی ہے... اور ہم الٹا اس کی نگرانی کرنے لگے... تم لوگ برابر اس سے رپورٹ لے رہے تھے... اب یہ ہو رہا تھا کہ تم اپنے خیال میں ہم سب کی نگرانی کر رہے تھے... ہم سب کی باتیں سن رہے تھے... لیکن درحقیقت صورتِ حال یہ تھی کہ ہم جان بوجھ کر تمہارے جال میں آ رہے تھے..."

"یہ سب فرضی کہانی ہے انسپکٹر جمشید... ایسا کچھ نہیں ہے... تم چونکہ یہاں پوری طرح پھنس چکے ہو، اس لیے ہمیں ان باتوں کے ذریعے چکر دینے کی کوشش کر رہے ہو... لیکن چونکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے... ہم اپنے پروگرام پر بخوبی عمل کریں گے... جب اس ہال میں تمام مہمان آ جائیں گے... اس وقت اس کو بھک سے اڑا دیا جائے گا... باس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ابھی میری کہانی مکمل نہیں ہوئی۔" انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔

"ٹھیک ہے... اپنی کہانی مکمل کرو... یوں بھی آج تمہاری کہانی مکمل ہو جائے گی... یہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہے۔"

"ہر انسان کی زندگی کا کوئی نہ کوئی آخری دن ضرور ہوتا ہے... میرا بھی اگر آ گیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں... آپ کہانی سنیں... امید ہے، ابھی آپ کو اور زیادہ مزہ آئے گا... ہاں تو میں کہہ رہا تھا... آپ خیال کر رہے تھے کہ ہم آپ لوگوں کے جال میں آ چکے ہیں... لیکن آپ پوری طرح ہمارے جال میں تھے... ہر کام ہمارے پروگرام کے مطابق ہو رہا تھا... یہاں تک کہ میں نے ارشاد حلیمی سے ملاقات بھی کر ڈالی... اور اس کے ساتھ یہ پروگرام رکھا

کہ اب اس کے میک اپ میں نیشنل ہال میں میں جاؤں گا... اس نے کہا، ٹھیک ہے... اب یہاں غور کریں... میں نے ارشاد حلیمی کو اپنے خفیہ کارکن کے ذریعے ان کی حفاظت کے بہانے اپنے خفیہ ٹھکانے پر پہنچا دیا... اس عمارت کے بارے میں ارشاد حلیمی کو کچھ معلوم نہیں... وہاں آدمی کی ایک ایک حرکت بند کمرے میں بھی دیکھی جاتی ہے... یہ بات نہیں کہ وہاں وڈیو کیمرے نصب ہیں... نہیں، بلکہ وہاں کا نظام ہمارے دوست پروفیسر داؤد صاحب نے ترتیب دیا ہے... اس پوری عمارت میں جو کچھ بھی کیا جاتا ہے... اس کو نہ صرف ہم دیکھ سکتے ہیں... بلکہ سن بھی سکتے ہیں... لہٰذا وہاں پہنچتے ہی اب ارشاد حلیمی کو سب سے پہلے آپ کو میرے پروگرام کے بارے میں بتانا تھا... ارشاد صاحب نے جب دیکھا کہ اسے کمرے میں تنہا چھوڑ دیا گیا ہے اور عمارت کی نگرانی کرنے والے بیرونی حصے میں جا چکے ہیں تو اس نے فوراً آپ کو فون کیا... اور آپ کو سارے پروگرام کی اطلاع دی..."

"یہ صرف تمہارا اندازہ ہے... ورنہ ایسی بات ہے نہیں۔"

"اچھا تو پھر یہ لو... میں تمہیں ارشاد کے فون کے الفاظ سنا دیتا ہوں..." یہ کہ کر انھوں نے اپنی گھڑی پر ایک بٹن دبا دیا اور ساتھ ہی بولے۔

"بلکہ یہ لو... میں اپنی گھڑی آپ لوگوں کے سامنے رکھ رہا ہوں... اس پر ارشاد حلیمی فون کرتا دکھائی بھی دے گا..."

یہ کہتے ہوئے انھوں نے گھڑی اتار کر میز پر رکھ دی... وہ اس پر جھک گئے... اچانک اس پر سے ہندسے غائب ہو گئے اور ارشاد حلیمی نظر آنے لگا... وہ اپنے موبائل پر نمبر ڈائل کر رہا تھا... پھر اس نے سیٹ کو کان سے لگا لیا... اور بات کرنے لگا... وہ کہ رہا تھا:

'باس! ان کا منصوبہ سنیں... اب انسپکٹر جمشید میرے میک اپ میں نیشنل ہال میں آئے گا... چونکہ میرے میک اپ میں آئے گا، اس لیے اکیلا ہوگا... کوئی ساتھی تو اس کے ساتھ ہوگا نہیں۔'

'بہت خوب! یہ اور اچھا ہے... لیکن تم کہاں ہو۔'

'اس کے پروگرام کے مطابق... اس کی خفیہ عمارت میں... اور ظاہر ہے... میری حفاظت کے لیے انسپکٹر جمشید نے اپنے آدمیوں کی ہدایات دی ہیں... لہٰذا میں ان کی نظر بچا کر یہاں سے نہیں نکل سکوں گا...''

'تم فکر نہ کرو... میں تمہیں ابھی بلوا لیتا ہوں... یہ ہماری ایک اور زبردست کامیابی ہے۔''

'شکریہ باس۔'

پھر ارشاد حلیمی فون بند کرتا نظر آیا... اب تو ان کے چہروں پر ایک رنگ آتا تو دوسرا جاتا نظر آیا... ایسے میں انسپکٹر جمشید بولے۔

''اب بتایئے مسٹر باس... اور ارشاد حلیمی صاحب... جال میں آپ لوگ ہیں یا ہم... اب جب کہ سارا پروگرام میرے منصوبے کے مطابق ہوا ہے تو اس وقت آپ سب لوگ گھیرے میں ہوں گے یا نہیں...''

''اس کے باوجود ہم گھیرے میں نہیں آئیں گے... اس لیے کہ انسپکٹر جمشید... آپ ہمارے قابو میں ہیں... آپ پوری طرح ہماری زد میں ہیں... اپنے چاروں طرف نظریں اٹھا کر دیکھ لو۔''

''میں دیکھ چکا ہوں... میرے چاروں طرف پستول ہیں... لیکن مجھے ان سے کوئی خطرہ نہیں... بے شک تم اپنے ان پستول والوں کو مجھ پر فائر کرنے کا حکم دے کر دیکھ لو...''

''انسپکٹر جمشید کو ختم کر دو... ایک ساتھ سب لوگ فائر... ''

''نن نہیں... باس! یہ غلطی نہ کریں۔'' ارشاد حلیمی چلا اٹھا۔

''کیا مطلب؟'' باس نے چونک کر کہا۔

''اگر عمارت واقعی گھیرے میں ہے... تو ہم انسپکٹر جمشید کو ڈھال بنا کر یہاں سے نکل سکتے ہیں۔''

''اچھی بات ہے... پہلے ایک ساتھی اوپر جا کر جائزہ لے... چاروں طرف نیچے دیکھے... باہر عمارت کو گھیرے جانے کے آثار ہیں یا نہیں... ''

''جی اچھا... '' ان میں سے ایک نے کہا اور کمرے سے نکل گیا... جلد ہی اس کی واپسی ہوئی... وہ ہنس رہا تھا:

''انسپکٹر جمشید جھوٹ بول رہے ہیں باس... عمارت گھیرے میں نہیں ہے۔''

''بات دراصل یہ ہے کہ تمہاری نظر کمزور ہے... '' انسپکٹر جمشید بولے۔

''اچھا... '' اس نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاں! گھیرا ڈالنے والے عمارت سے باہر نہیں... اندر موجود ہیں... یہ ہال ہمارا ہے... ہم نے بنوا رکھا ہے... نہ کہ تم نے... اس میں آنے جانے کے خفیہ راستے رکھے گئے ہیں... تم لوگوں نے اس عمارت کے عملے میں اپنے آدمی ضرور یہاں شامل کر دیے ہیں، لیکن یہ عمارت جب بنوائی گئی تھی، اس وقت ضرب کے نشان والی تنظیم کا یہاں نام بھی نہیں تھا... مطلب یہ کہ میرے آدمی اندر موجود ہیں... اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ تم اپنے آدمیوں کو حکم دو... وہ

مجھ پر فائر کریں... اگر وہ فائر کرتے ہیں تو میری باتیں غلط... ورنہ تم غلط..."

"فائر کرو انسپکٹر جمشید پر..." باس نے غرا کر کہا۔

جواب میں کوئی فائر نہ ہوا تو وہ بری طرح اچھلے... ان کے رنگ اڑ گئے... انھیں اپنا سارا منصوبہ خاک میں ملتا نظر آیا... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کہا:

"تم لوگ اب اندر آ سکتے ہو... اور دفتر کے اس غدار کو بھی ساتھ لے آؤ... جو ان کے لیے کام کرتا رہا ہے۔"

فوراً ہی کمرے کا دروازہ آواز سے کھلا... محمود، فاروق، فرزانہ، پروفیسر داؤد، خان رحمان اور اکرام اندر داخل ہوئے... ان کے چہروں پر فاتحانہ مسکراہٹیں تھیں... ان کے ساتھ ایک اور شخص تھا... اس کا چہرہ بری طرح لٹکا ہوا تھا...

"سر! یہ ہے مرزا بشیر... ہمارے دفتر کا ریکارڈ کیپر... یہی ان کے لیے غداری کر رہا تھا۔"

"خوب خوب... اب بات ہو جائے بم کی..."

"بم تو پہلے آپ لوگ تلاش کر چکے ہیں۔" بھاٹیا نے بھنا کر کہا۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہم بھول ہی گئے تھے... کہ بم تو پہلے ہی تلاش کر چکے ہیں... یہاں ہونے والی تمام بات چیت بھی پوری طرح ریکارڈ ہو چکی ہے... بلکہ وڈیو فلم بھی تیار ہو گئی ہے... مطلب یہ کہ ان کے خلاف مکمل ثبوت حاصل کر لیا گیا ہے... پھر بھی مسٹر بھاٹیا سے کہتا ہوں... اگر یہ کچھ کہنا چاہتے ہیں تو ہم سننے کے لیے تیار ہیں۔"

"میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم لوگ سب کچھ جیت کر بھی سب

کچھ ہار گئے۔''

''اچھا... کمال ہے... بھلا وہ کیسے... وضاحت بھی تو کریں نا۔''

''وضاحت کی ضرورت نہیں... آپ ہمیں حوالات بھیج دیں یا جیل... ہمیں بہت جلد رہا کر دیا جائے گا... اور باعزت...''

''ہائیں... کیا واقعی...''

عین اس لمحے انسپکٹر جمشید کے فون کی گھنٹی بج اٹھی... فون صدر صاحب کا تھا، وہ کہہ رہے تھے:

''ہاں جمشید... نیشنل ہال کی کیا خبریں ہیں۔''

''ان لوگوں کے خلاف مکمل ثبوت حاصل کر لیا گیا ہے سر اور اب انھیں جیل بھجوایا جا رہا ہے۔''

''بالکل ٹھیک... لیکن...'' صدر صاحب کہتے کہتے رک گئے۔

''لیکن کیا سر... آپ کا یہ لیکن مجھے ڈرائے دے رہا ہے... کیونکہ۔''

''اور کیونکہ کیا؟'' صدر فوراً بولے۔

''کیونکہ ابھی ابھی بھاٹیا نے کہا ہے... ہم ان لوگوں کو زیادہ دیر جیل میں نہیں رکھ سکیں گے... حکومت انھیں رہا کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔''

''بلکہ اس سے بھی کئی قدم آگے جمشید!'' صدر کی دکھ بھری آواز سنائی دی۔

''جی... کیا مطلب؟'' وہ چونکے۔

''ان پر مقدمہ بھی نہیں چلایا جا سکے گا... براہِ راست ہی انھیں رہا کر دیا جائے گا... اسی وقت انھیں چھوڑ دو جمشید...''

"یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر۔"

"جو کہا ہے... وہ کرو... حکومت کے معاملات بہت عجیب وغریب ہوتے ہیں... نہ جانے کس کس طرف سے دباؤ ہوتا ہے... ابھی ابھی مجھے سات ملکوں کے سربراہوں کے فون آچکے ہیں۔"

"جی... کیا کہا... سات ملکوں کے سربراہوں کے فون..." انسپکٹر جمشید چلا اٹھے۔

"آہستہ آواز میں جمشید... آہستہ آواز میں... تم ملک کے صدر نہیں ہو... صدر میں ہوں..." صدر صاحب کی آواز ناخوش گوار ہوگئی۔

"کم از کم اتنا تو بتا دیں کہ سات اسلامی ملکوں کے یا غیر اسلامی ملکوں کے۔"

"غیر اسلامی ملکوں کے۔"

"اوہ اچھا... لیکن سر... میں انھیں اس طرح نہیں چھوڑ سکتا۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"کیا کہا۔"

"آپ پہلے سن لیں... میں کیا کہنا چاہتا ہوں... اگر باہر نکلتے ہی ان پر حملہ ہوگیا اور یہ مارے گئے تو لازمی بات ہے... یہ کہا جائے گا کہ یہ میرا کام ہے..."

"ہاں! یہ تو ہے... لیکن ان پر باہر نکلتے ہی حملہ ہونے کیوں لگا..."

"اب یہ لوگ ضرب نامی تنظیم کے لیے بے کار ہیں... کیونکہ ظاہر ہو چکے ہیں... لہٰذا وہ ان لوگوں کو ختم کر کے مجھے پھنسوائے گی... اور اسی لیے انھیں آزاد کرانے کے لیے زور لگایا جا رہا ہے..."

''ہوں... شاید تم ٹھیک کہتے ہو... خیر... اس کا حل یہ ہے کہ بات ان ملکوں کے سامنے رکھی جائے... اور انھیں بتا دیا جائے کہ ان کی حفاظت کی ذمے داری ہماری نہیں ہوگی... آپ لوگ خود انتظام کرلیں۔''

''یہ ٹھیک رہے گا سر... اس طرح بلا ہمارے سر نہیں آئے گی۔''

''او کے... تم ابھی انھیں رہا نہ کرو... پہلے میں ان سے بات کرتا ہوں۔''

یہ کہہ کر انھوں نے فون بند کر دیا۔

''بہت بڑے بڑے سفارشی ہیں تم لوگوں کے...'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''ہم نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ آپ ہمیں جیل میں نہیں رکھ سکیں گے...''

''مان گئے بھئی مان گئے... یہ تنظیم ہے کیا چیز آخر...''

''بڑے بڑے ملک اس تنظیم سے کام لیتے ہیں۔''

''تم لوگوں سے ہمارے ملک کے سلسلے میں کون کام لے رہا ہے۔''

''انشارجہ اور بیگال... یہ دونوں ملک چاہتے ہیں... اس ملک کو ہر لحاظ سے غلام بنالیں... یہ اسی صورت میں ممکن ہے... جب یہاں کے لوگ جہاد کو چھوڑ دیں... اور زندگی سے پیار کرنے لگیں... اور اس ملک کے ایسے لوگوں کو موت کی نیند سلا دیا جائے... جو ان میں جہاد کی روح پھونک سکتے ہیں... یا پھر ان کے مقاصد اس طرح بھی پورے ہو سکتے ہیں جب اس ملک میں امن قائم نہ رہ سکے... بدامنی کا دور دورہ ہو... بم دھماکوں سے لوگوں کو ہراس میں مبتلا کر دیا جائے... زندگی افراتفری کا شکار ہو جائے... اسی قسم کے کام وہ

ہم لوگوں سے یہاں لے لیتے ہیں... اور لیتے رہیں گے... ہم یہاں سے رہا ہو کر کون سا واپس چلے جائیں گے... یہیں رہیں گے... ملک کی جڑیں کاٹتے رہیں گے... اس ملک کے حکمران یہ باتیں جانتے ہیں، لیکن پھر بھی بڑی طاقتوں کے دباؤں میں آ کر ہمیں رہائی دلوا دیتے ہیں... بس یہی ہے کل تفصیل...''

ایسے میں فون کی گھنٹی بجی... دوسری طرف صدر صاحب تھے... وہ کہ رہے تھے:

''میں نے ان سے بات کی ہے جمشید... انھوں نے ان لوگوں کی حفاظت اپنے ذمے لے لی ہے... اور اس غرض کے لیے ان کی رہائی دو گھنٹے بعد عمل میں لائی جائے گی... فی الحال یہاں چند فوجی بھیجے جا رہے ہیں... وہ ان لوگوں کو اپنی تحویل میں لے لیں گے... اور تم یہاں سے چلے جاؤ گے...''

''جی... اچھا...'' انھوں نے فکرمندانہ انداز میں کہا۔

''مطلب یہ کہ اس طرح اگر ان پر کوئی حملہ ہوتا ہے تو اس کی ذمے داری ہم پر نہیں ہوگی... وہ ہمیں کچھ نہیں کہ سکیں گے...'' صدر صاحب بولے۔

''بالکل ٹھیک سر... میں یہی کہنا چاہتا تھا۔''

''اور جمشید... ایک بات اور... تم اپنی خفیہ فورس سے ان پر حملہ کرانے کی کوشش قطعاً نہیں کرو گے۔''

''جی بہت بہتر...'' وہ مسکرا دیے۔

اور پھر دو گھنٹے بعد وہاں فوجی پہنچ گئے... انھوں نے بھاٹیا اور اس کے ساتھیوں کو ان کے حوالے کیا اور وہاں سے نکلنے لگے۔

''الوداع انسپکٹر جمشید... تمہیں اس طرح رخصت ہونا اچھا تو نہیں لگ رہا ہوگا... لیکن کیا کیا جائے... مجبوری ہے... ہم اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتے... ہماری تنظیم کی جڑیں دراصل اس قدر مضبوط ہیں... کہ بڑی بڑی حکومتیں ہمارا رعب مانتی ہیں... اس لیے ہم صاف بچ کر جا رہے ہیں۔''

''لیکن ایک بات تم بھی یاد رکھنا۔'' انسپکٹر جمشید پرسکون انداز میں بولے۔

''چلو خیر... یاد کھ لیں گے... کیا ہے، وہ بات؟'' اس کا انداز طنزیہ تھا۔

''یہ کہ ہماری ملاقات بہت جلد ہوگی... اور وہ ملاقات یہاں ہمارے ملک میں نہیں ہوگی... وہاں ہوگی... جہاں تم موجود ہو گے... وہاں میرے ملک کے صدر مجھے تمہارے بارے میں کوئی حکم نہیں دے سکیں گے... اور دیں گے بھی تو میں ان سے کہ سکوں گا کہ جناب! اس وقت میں ڈیوٹی پر نہیں ہوں اور نہ اپنے ملک میں ہوں۔''

''اچھی بات ہے... دیکھا جائے گا...'' ان سب نے کندھے اچکائے دیے۔

اور پھر وہ وہاں سے نکل آئے:

''یہ... یہ کیا ہوا ابا جان... یہ لوگ تو قاتل ہیں... انہوں نے جانی کو ہلاک کیا تھا... وہ جانی... جو ان سے کٹ کران کے بارے میں بتانے کے لیے ہم تک آنا چاہتا تھا...''

''مجھے یاد ہے... میں جانتا ہوں... لیکن بھئی... انہوں نے خود اپنے آدمی کو ہلاک کیا تھا... ان حالات میں ہم کیا کر سکتے ہیں...''

''ہاں! یہ تو ہے... ان ہاتھوں خود ان کا آدمی مارا گیا تھا... اور ہمیں فی الحال یہ کوئی جانی نقصان پہنچا نہیں سکے... لہٰذا ہم نے اس معاملے میں کوئی ضد نہیں کی... یوں اڑنے کو ہم اڑ بھی سکتے تھے۔''

ان سب باتوں کے باوجود... وہ سب چپ چپ تھے... ان میں اگر کوئی تر و تازہ نظر آ رہا تھا تو وہ تھے انسپکٹر جمشید...

نو نومبر کو ٹھیک نو بجے انسپکٹر جمشید کے موبائل کی گھنٹی بجی... انہوں نے بٹن دبا کر ریسیور کان سے لگایا تو دوسری طرف سے جانی پہچانی آواز سنائی دی:

''بھاٹیا بات کر رہا ہوں۔''

''اوہ اچھا... اب سمجھا... مجھے امید نہیں تھی کہ آپ فون کریں گے۔''

''آج نو تاریخ ہے... اور نو بجے ہیں...''

''تو پھر... اس سے کیا ہوتا ہے۔''

''آپ بھول گئے... نو تاریخ کو نو بجے نیشنل ہال میں تمام اسلامی سربراہوں کی کانفرنس طے ہے...''

''اوہ... اچھا... تو پھر؟''

''اب تو پھر وغیرہ کا وقت نہیں رہ گیا... نیشنل ہال کا نمبر ملائیں... دیکھیے وہاں سے کیا اطلاع ملتی ہے۔''

''کیا مطلب... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

''آپ سلسلہ تو ملائیں۔''

انہوں نے فوراً وہاں فون کیا... ادارے کے نئے منیجر نے فوراً

فون اٹھایا اور اس کی آواز سنائی دی:

''انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں... نیشنل ہال میں ہر طرح خیریت تو ہے۔''

''جی... جی ہاں... بالکل خیریت ہے...''

''اچھی بات ہے... شکریہ!'' یہ کہتے ہوئے انہوں نے فون بند کر دیا... جلد ہی پھر بھاٹیا کا فون ملا... وہ پوچھ رہا تھا:

''آپ نے فون کیا...''

''ہاں بالکل کیا... نیشنل ہال میں ہر طرح خیریت ہے۔''

''یہ... یہ کیسے ہوسکتا ہے... نو بج کر ایک منٹ ہو چکا ہے... اس وقت تک تو دھماکا ہو جانا چاہیے تھا۔''

''کون سے دھماکے کی بات کر رہے ہیں... نیشنل ہال سے تو بم برآمد نہیں کر لیا گیا تھا۔''

''ہم نے دراصل دو بم لگائے تھے۔''

''اوہ اچھا... تو یہ بات ہے... آپ کو دراصل دوسرے بم پھٹنے کا انتظار ہے... خیر میں آپ کو بتا سکتا ہوں... دوسرا بم کہاں ہے۔''

''کیا کہا... آپ بتا سکتے ہیں؟''

''ہاں! میں بتا سکتا ہوں... آپ لوگ اس وقت ساحل سمندر پر ایک سیاح کے بنگلے میں موجود ہیں... اس سیاح سے آپ لوگوں نے یہ بنگلہ کرائے پر لے رکھا ہے... لیکن وہ جانتا ہے... آپ لوگ کون ہیں... اور کیا کرتے ہیں... گویا آپ کے اس سے تعلقات ہیں... لیکن آپ کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ میرے خفیہ کارکن دشمن کا پیچھا کبھی نہیں چھوڑتے، وہ اس کے گھر

تک پہنچ کر رہتے ہیں... لہٰذا گھڑی اب آپ دیکھیں... کیونکہ دھما کا ہوا چاہتا ہے وہی بم میرے کارکن اس بنگلے میں رکھ چکے ہیں۔''

''کیا... نہیں...''

وہ پوری قوت سے چلاّئے... ساتھ ہی انہوں نے دھماکے کی آواز سنی۔

☆☆☆☆☆